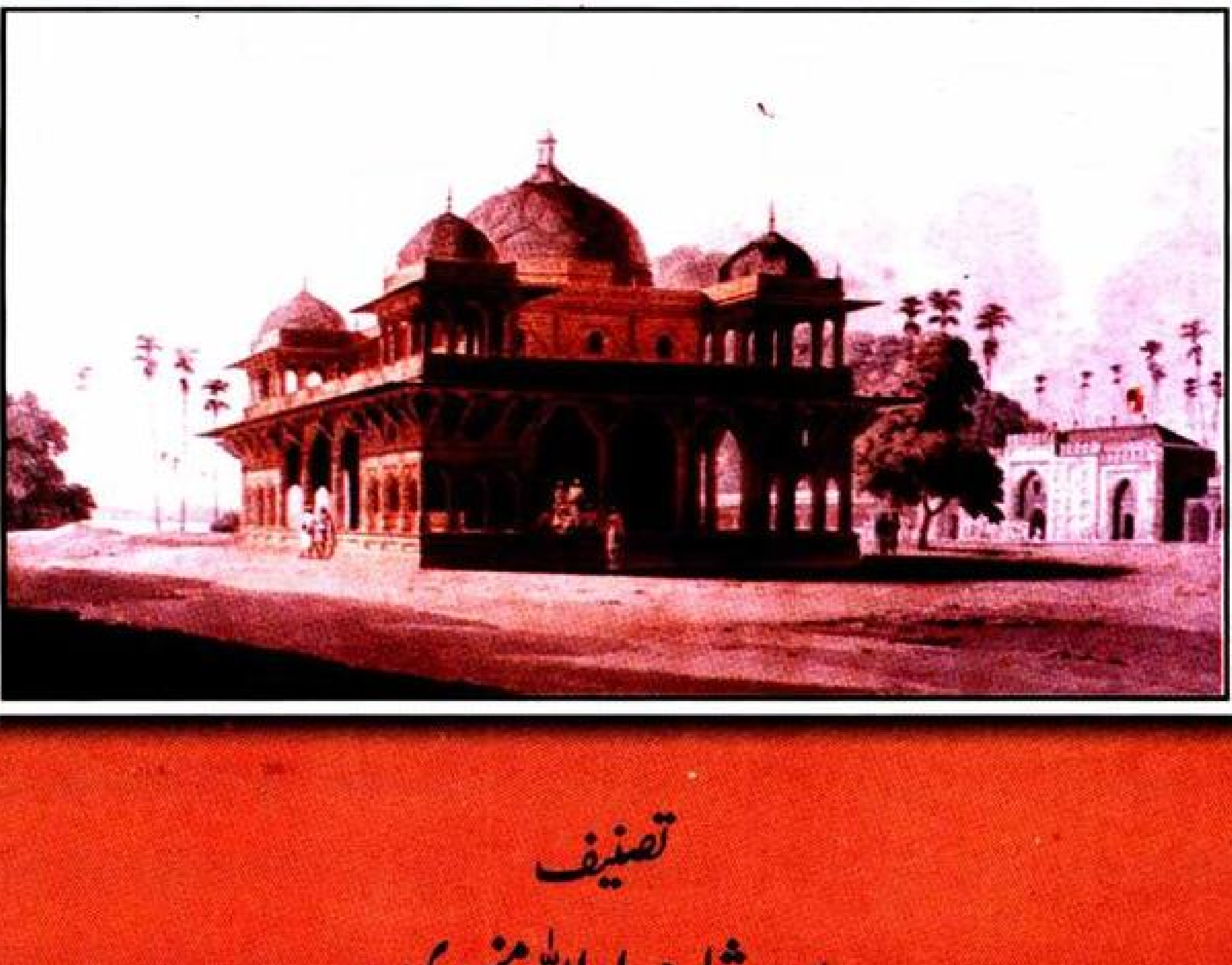
آثار منیر



تصنیف

سید شاہ مراد اللہ منیری

ضمیمہ جات

سید شاہ نور الدین احمد فردوسی

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

آثارِ منیر

تصنیف

سید شاہ مراد اللہ منیری

ضمیمہ جات

سید شاہ نور الدین احمد فردوسی

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

اشاعت اول : ۱۹۴۸ء

اشاعت ثانی : ۲۰۱۰ء

قیمت : -/۱۴۰ روپے

طابع وناشر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ-۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں یہ کتاب نہایت ادب واحترام کے ساتھ حضرت حجتہ الاسلام مولانا امام محمد تاج فقیہ ہاشمی قدس خلیلی قدس اللہ سرہٗ کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں جن کی ذات اقدس سے صوبہ بہار میں اسلام کی شمع روشن ہوئی اور ضلالت کی تاریک شب آفتاب ہدایت سے منور ہوئی۔

گہر نثار کند بر سرِ زبان چشم
مرا چو نام شریف تو بر زبان آمد

محمد مراد اللہ منیری

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
حرف آغاز	۱
تقریظ جناب مولانا ظفرالدین صاحب قادری بہاری	۱۳
تقریظ حضرت مولانا مفتی سید عمیم الاحسان صاحب مجددی	۱۴
تعارف از مولانا عبدالرؤف داناپوری	۱۵
دیباچہ	۱۷
شجرہ حضرت محمد تاج فقیہ	۱۹
منیر شریف	۲۳
سید شاہ یحییٰ منیری سہروردیؒ	۲۸
نسب نامہ	۲۸
ولادت	۲۸
تحصیل علم	۲۸
بیعت	۲۹
شادی	۳۱
اولاد	۳۱
حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیریؒ	۳۱
بابر	۳۴
سلطان محمود تغلق	۳۴
تان سین	۳۴
تصانیف	۳۵
وصال شریف	۳۷
قطعات تاریخ وصال	۳۸
شجرۂ نسب	۳۹
شجرۂ بیعت	۴۰
بڑی درگاہ	۴۲
حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ	۴۵
نسب نامہ	۴۵
ولادت	۴۵
تحصیل علم	۴۵
بیعت سجادگی	۴۶
شادی	۴۷
حضرت سیدنا ابوالعلا اکبرآبادیؒ	۴۷
حضرت دیوان شاہ ارزاں عظیم آبادیؒ	۴۹
عبدالرحیم خان خاناں	۴۹
مرقع مخدوم	۵۰

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
وصال شریف	۵۱	مسجد ڈھائی کنگرہ	۷۳
قطعہ تاریخ وصال	۵۱	شاہ روضہ	۷۵
شجرۂ بیعت	۵۲	خانقاہ	۷۶
چھوٹی درگاہ	۵۴	تبرکات	۷۹
ذکر سجادگان حضرت مخدومؒ شاہ فریدالدین محمد ماہرو فردوسی	۵۷	اسمائے شہداء منیر شریفؒ	۷۹
		قصیدۃ المنیریہ	۸۰
دیگر مقامات	۷۳		

ضمیمہ جات :

سجادگان حضرت امام محمد تاج فقیہ ۸۷

حضرت مخدوم سید شاہ ابوالمظفر عنایت اللہ فردوسی ۹۱

دربار سلطان المخدوم میں سلاطین و امرا کا خراج عقیدت ۹۳

عرس سلطان المخدوم ۹۶

منیر میں بابر کی آمد ۱۱۱

منیر شریف کے کتبات اوران کے متون ۱۱۵

حرف آغاز

پٹنہ سے ۲۵ کیلومیٹر (۱۶ میل) مغرب میں نیشنل ہائی وے نمبر ۳۰ پر واقع، منیر ایک تاریخی شہر ہے جو عہد وسطیٰ میں خصوصی اہمیت کا حامل رہا جسے بہار میں صوفیائے کرام کا اولین مرکز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ عہد قدیم میں بھی یہ علم و ادب کا مرکز رہا ہے۔ روایتوں کے مطابق سنسکرت زبان کے قواعد کو وضع کرنے والے مشہور عالم پانی نی کی پیدائش اور تعلیم اسی مقام پر ہوئی۔ عہد قدیم کے آثار بھی یہاں جابجا ملتے ہیں۔ آج بھی یہاں سیاح، زائرین اور عقیدتمند کثیر تعداد میں آتے رہتے ہیں۔

عہد اسلامی میں منیر کی تاریخ اور اس عہد کے چند آثار کے متعلق سید شاہ مراد اللہ منیری کی تصنیف ''آثار منیر'' کی اشاعت ۱۳۰۷ھ بمطابق ۱۹۴۸ء میں ہوئی تھی۔ منیر کی تاریخ بالخصوص اس سرزمین سے تعلق رکھنے والے بزرگان دین کے سلسلہ میں یہ ایک اہم اور معتبر کتاب ہے مگر اب یہ دستیاب نہیں۔ اس کی ایک کاپی خدابخش لائبریری میں محفوظ ہے۔ شاہ صاحب نے حضرت مومن عارف کی آمد (۱۲ویں صدی عیسوی) اور امام تاج فقیہہ کے ذریعہ اس علاقہ کی فتح (۵۶۱ھ بمطابق ۱۱۸۵ء)، بختیار خلجی کی آمد اور اس علاقہ میں ترکوں کے اقتدار کے قیام کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے امام تاج فقیہہ اور ان کے تین اہم ترین جانشینوں حضرت شاہ یحییٰ منیری، حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری اور حضرت شاہ دولت منیری کے مفصل احوال بشمول نسب نامہ، ولادت، تحصیل علم، بیعت، خانگی زندگی، ورثا اور تصانیت کا ذکر کیا ہے۔ ان سے عقیدت رکھنے والے مغل امرا مثلاً عبدالرحیم خان خاناں، ابراہیم خاں کاکر اور منیر کی درگاہ کی زیارت کرنے والے سلاطین، محمود تغلق اور

بابر کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے منیر شریف کی خانقاہ کے ۱۴ سجادگان کے مختصر احوال رقم کئے ہیں۔ منیر کے اہم تاریخی عمارتوں، مسجدوں، مقبروں کی؛ یہاں کی خانقاہ اور اس کے تبرکات کا بھی ایک تعارف انہوں نے پیش کیا ہے۔ اردو زبان میں منیر کے متعلق اتنی تفصیلات کسی اور کتاب میں نہیں ملتی۔ ان کی حیثیت مستند بھی ہے کیونکہ شاہ صاحب نے فارسی مآخذ کا کثرت سے استعمال کیا ہے۔

کتاب کی اہمیت کے مدنظر اس کی تدوین و اشاعت ثانی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ ضرورت بھی محسوس کی گئی کہ اصل تصنیف کی اشاعت کے بعد جو حالات و واقعات رونما ہوئے ان کا بھی اضافہ اس نئے ترمیم شدہ ایڈیشن میں کردیا جائے۔ چنانچہ میری ذاتی درخواست پر جناب سید شاہ نورالدین احمد فردوسی نے اس کی اشاعت ثانی کی اجازت مرحمت فرمائی اور چند ضمیموں کا اضافہ کرنے کے لئے وہ رضا مند ہوئے۔ انہوں نے ۴ ضمیمے ترتیب دیئے ہیں۔ اولاً انہوں نے سجادگان حضرت محمد تاج فقیہہ کے احوال مختصراً بیان کئے ہیں۔ دوئم انہوں نے حضرت عنایت اللہ فردوسی کے سوانح بیان کئے ہیں۔ سوئم منیر میں مختلف امراء اور حکمرانوں کی آمد کی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ اس فہرست میں محمود تغلق، سکندر لودی، ہمایوں، غیاث الدین محمود (سلطان بنگال)، فرخ سیر، شاہ عالم، شاہ شجاع اور راجہ مان سنگھ شامل ہیں۔ چہارم انہوں نے منیر میں منعقد ہونے والے سالانہ عرس کی تفصیلات بیان کی ہیں اور آخری ضمیمہ میں بابر کی منیر آمد کے متعلق تاریخی شواہد پر بحث کی ہے۔ ان اضافوں کے سبب یہ کتاب مزید وقیع اور اہم ہوگئی ہے۔ مجھے اس بات کا انتہائی افسوس ہے کہ چند ناگزیر وجوہات کے سبب کتاب کی ترمیم شدہ شکل شاہ نورالدین صاحب کی زندگی میں شائع نہیں ہوسکی۔

اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کتاب کی اصلی شکل میں کوئی ترمیم یا تبدیلی نہیں کی جائے۔ چنانچہ شاہ مراداللہ صاحب کے تحریر کردہ حصہ کو من و عن شائع کیا جارہا ہے۔ اس کے بعد ان ضمیموں کو شامل کیا گیا ہے، جو مرحوم شاہ نورالدین فردوسی کے تحریر کردہ ہیں۔ ان میں بھی کوئی ترمیم نہیں کی گئی ہے۔ یہ دونوں حصے فارسی اور اردو مآخذ، نیز مقامی روایتوں پر مبنی ہیں۔

کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کے لئے انگریزی زبان میں منیر کے سلسلہ میں جو تحریریں دستیاب ہیں ان کا بھی جائزہ لیا گیا ہے اور ان میں شامل معلومات کی ایک تلخیص بھی شامل اشاعت کی گئی ہے۔ ''حرف آغاز'' میں یہ حصہ بھی شامل ہے اور یہاں کے اہم کتبات کے عکس اور متن۔ اس طرح اپنی موجودہ شکل میں یہ کتاب منیر کے متعلق ایک مفصل اور جامع دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲)

منیر کے متعلق انگریزی زبان کی جن مستند تحریروں میں حوالے ملتے ہیں ان میں اوّلین ۱۴-۱۸۱۲ء کے درمیان تیار کردہ پٹنہ اور گیا کے متعلق Buchanan کی رپورٹ ہے، جسے ایسٹ انڈیا کمپنی نے مشرقی ہندوستان کا سروے کرنے اور معلومات مرتب کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جنرل کننگھم (Cunningham) نے ۱۸۷۲ء اور Bloch نے ۱۹۰۲ء میں آثار قدیمہ کے تعلق سے اپنی رپورٹیں مرتب کیں جن میں کننگھم کی رپورٹ زیادہ ضخیم ہے لیکن اس نے منیر کے محل وقوع کے سوا کوئی قابل ذکر بات نہیں لکھی ہے۔ اس کا یہ تاثر بھی غلط ہے کہ اس علاقہ کو مسلمانوں نے آباد کیا کیونکہ عہد قدیم کے آثار یہاں جابجا ملتے ہیں۔ اس کے بعد ۱۹۲۴ء میں مولوی حمید قریشی نے بہار اور اڑیسہ کے تحفیظ شدہ آثار کے متعلق فہرست مرتب کی، جس میں منیر کی درگاہوں کا تفصیلی ذکر ہے۔ ۱۹۲۷ء میں L S. S. O'Malley کے Gazetteer کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن کی بھی اشاعت ہوئی، جس میں منیر کی تاریخ اور آثار قدیمہ کا تفصیلی ذکر ہے۔ حافظ شمس الدین منیری نے بھی اپنے طویل مقالے میں (جو ۱۹۳۰ء کی Oriental Conference کی روئداد میں شامل ہے) منیر کی تاریخ و آثار قدیمہ کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ملک کے آزاد ہونے کے بعد D.R. Patil کی تصنیف Antiquarian Remains in Bihar ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی، جس میں ان تمام معلومات کو یکجا کر کے اور ۱۹۶۰ء کی دہائی کے آس پاس کے حالات کو بیان کرتے ہوئے منیر کی اجمالی تاریخ پیش کی گئی ہے۔ حالیہ برسوں میں سید حسن عسکری اور قیام الدین احمد کے زیر ادارت Comprehensive History of Bihar vol. II میں بھی منیر کی عہد وسطیٰ کی تاریخ کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ منیر میں جو کتبات عمارتوں اور مزاروں پر ملے ہیں، ان کی

فہرست بھی قریشی کی تصنیف میں ملتی ہے۔لیکن زیادہ تفصیلی اور تحقیقی کتاب قیام الدین احمد کی Corpus of Arabic & Persian Inscriptions of Bihar کے عنوان سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی۔ ان مآخذ کی مدد سے ذیلی سطور میں منیر کے متعلق پانچ اہم نکات کے حوالہ سے معلومات یکجا کی گئی ہیں: محل وقوع؛ تاریخ؛ درگاہیں؛ مقبرے، عمارات و آثار؛ دیگر معلومات۔

محل وقوع:

۱۷۷۲ء میں Major Rennell کے تیار کردہ نقشہ میں منیر کو دریائے سون اور گنگا کے سنگم پر واقع دکھایا گیا ہے۔ ۱۸۱۲ء میں بکانن نے منیر کا سفر کیا تو اپنے جرنل میں اس نے دریائے سون کی تین شاخوں کا ذکر کیا ہے، جو منیر کے آس پاس گنگا میں ملتی تھیں۔ان میں ایک منیر تھانہ کے بالکل پاس تھی، جب کہ ایک، جو زیادہ اہم تھی، اس مقام سے تقریباً ۳ میل مشرق میں شیر پور کے پاس آ کر ملتی تھی۔ ۱۹۲۷ء میں Gazetteer کے حوالے کے مطابق یہ دوری ۶ میل ہو گئی تھی۔اس کی تصدیق قریشی کے بیان سے بھی ہوتی ہے جو لکھتے ہیں کہ سون ندی سے ۱۰۰ گز لمبی ایک سرنگ چھوٹی درگاہ سے ملحق تالاب تک پانی کی ترسیل کا ذریعہ پہلے رہی تھی۔ لیکن سون ندی کے راستہ بدلنے سے اب صرف برسات کے زمانہ میں جب ندی پوری طغیانی پر ہوتی ہے تبھی، اس نہر سے پانی تالاب تک پہنچ پاتا ہے۔ Gazetteer ہی کے مطابق منیر داناپور سے ۱۰ میل جنوب مغرب میں اور بہٹا ریلوے اسٹیشن سے ۶ میل شمال میں واقع تھا۔ دونوں شہروں سے منیر تک پکی سڑک تھی۔ یہ ایک بڑا دیہات تھا جس کی آبادی ۲۵۹۸ افراد پر مشتمل تھی۔ یہاں ایک تھانہ، دواخانہ اور ڈاک بنگلہ تھا اور فوجیوں کے پڑاؤ کے لئے آم کا ایک بڑا باغ بھی، جو تھانے کے قریب شمال مشرق میں واقع تھا۔ **فی الوقت منیر قومی شاہراہ ۳۰ پر واقع ہے اور پٹنہ سے اس کا فاصلہ ۲۵ کیلومیٹر یا ۱۶ میل ہے۔**

تاریخ:

منیر کی تاریخ کا اوّلین حوالہ بکانن کی رپورٹ میں ملتا ہے مگر اس میں کئی غلطیاں بھی ہیں۔ کننگم نے بھی یہ غلط اطلاع دی ہے کہ منیر کا قیام مسلمانوں کے عہد میں ہوا۔ فارسی مآخذ

میں فرشتہ کی گلشن ابراہیمی میں منیر کو آباد کرنے والے حکمراں کا نام فیروز رائے بتایا گیا ہے؛ مگر اس نام کے سلسلہ میں کہیں کوئی تاریخی حوالہ نہیں ملتا۔ پاٹل نے منیر کی تاریخ مستند انداز میں تحریر کی ہے اور آثار قدیمہ کے حوالہ سے اس کی تصدیق بھی کی ہے۔

اوائل عہد وسطیٰ میں ترکوں کی فوج کشی کے قبل، یہ علاقہ قنوج کے گہڑوال حکمرانوں کے زیر اقتدار تھا۔ اس کی تصدیق ان کے ذریعہ جاری کیے کتبوں اور ان کے عطا کردہ تامر پتروں (Copper Plates) کے ذریعہ ہوتی ہے۔ ان میں سب سے مشہور راجہ گووند چندر کی عطا کردہ تا سند تامر پتر مورخہ ۱۱۲۶ء ہے، جس میں اس علاقہ کو منیاری پٹل (Maniari-Pattala) کہا گیا ہے۔ اسی میں ''ترشک دنڈ'' کا بھی ذکر ہے، جو ترکوں کے سلسلہ میں وصول کیا جاتا تھا۔ اس کی توجیہ مختلف طور پر کی گئی ہے۔ ایک قیاس یہ ہے کہ ترکوں کی عمل داری اصولی طور پر گہڑوالوں نے تسلیم کر لی تھی اور اس محصول کی رقم لاہور میں مقیم ترک حکمرانوں کو روانہ کی جاتی تھی؛ دوسرا قیاس یہ ہے کہ اس رقم کی ادائیگی کر ترکوں کو اس علاقہ پر حملہ کرنے سے باز رکھا جاتا تھا اور ایک قیاس یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ ترکوں کے حملوں کے خلاف مزاحمت کے سامان جٹائے جاتے تھے۔ اس بحث سے قطع نظر، اس حوالہ سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ بارھویں صدی کے نصف اوّل میں بھی اس علاقہ میں ترکوں کی فوجی کارروائیاں جاری تھیں۔ اس کی بالواسطہ تصدیق غازی میاں کے میلے اور اس کے متعلق روایتوں سے بھی ہوتی ہے۔

مقامی روایتوں کے مطابق بارھویں صدی کی تیسری دہائی میں حضرت مومن عارف یمن سے منیر آئے اور اشاعت دین میں مصروف ہوئے۔ یہ روایت قرین قیاس ہے کیوں کہ اس علاقہ میں ترک فوجوں کی سرگرمیوں کے حوالے ملتے ہیں۔ ان ہی روایتوں کے مطابق حضرت مومن عارف کو مقامی ہندو راجہ نے پریشان کرنا شروع کیا اور بالآخر انھیں واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ ان کی درخواست پر حضرت امام تاج فقیہ نے جو بیت المقدس کے مکین تھے، اپنے کچھ حامیوں کے ساتھ منیر پر حملہ کیا۔ معرکہ آرائی میں ان کے کئی ساتھی شہید ہوئے، جن کی قبریں مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ راجہ کا قلع فتح ہوا اور امام تاج فقیہ نے وہیں قیام کیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ واپس اپنے وطن لوٹ گئے مگر اپنے تین فرزندوں کو اس علاقہ میں اشاعت دین

کے لیے چھوڑ گئے۔ ۱۱۹۳ء میں محمد ابن بختیار خلجی کی فوج اس علاقہ میں داخل ہوئی تو امام تاج فقیہ کے خلف اکبر حضرت مخدوم اسرائیل نے منیر کی عمل داری بختیار خلجی کو سونپ دی۔ اس کے بعد ان کے اخلاف رشد و ہدایات کے سلسلہ میں مشغول رہے۔ منیر اس طرح مشرقی ہندوستان میں صوفیائے کرام کا اوّلین مرکز رہا اور بہار کے اکثر صوفیائے کرام کا تعلق اسی خانوادے سے رہا ہے۔ قریشی نے بھی اسی طور پر منیر میں مسلمانوں کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے راجہ کے قلعہ کا محل وقوع موجودہ بڑی درگاہ کو مانا ہے۔ اور اس کے دروازے کے باہر واقع شیر کے مجسمہ کو، جو اپنے پیروں کے بیچ ایک ہاتھی کو پکڑے ہوئے ہے، اسی قلعہ کے آثار میں ایک مانا ہے۔ عرف عام میں یہ مجسمہ شہدول کہلاتا ہے اور مقامی روایتوں میں بھی اسے امام تاج فقیہ کے ذریعہ قلعہ کی فتح کی ایک یادگار کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

عہد وسطیٰ میں منیر کو ایک اہم بستی کے طور پر جانا جاتا ہے۔ مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری کے سبب اس مقام کی شہرت شمالی ہندوستان کے بیشتر علاقوں میں رہی۔ دہلی کے سلطانوں میں محمود تغلق اور سکندر لودی اور مغل بادشاہوں میں بابر کے ذریعہ بڑی درگاہ کی زیارت کے حوالے ہمارے مآخذ میں ملتے ہیں۔

محمود تغلق کے ذریعہ ایک مسجد کی تعمیر نو کے لیے عطیہ فراہم کرنے کا بیان ''آثار منیر'' میں ملتا ہے۔ سکندر لودی کے متعلق O. Malley نے بھی ذکر کیا ہے۔ اس نے بابر نامہ کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ بابر نے نماز ظہر بڑی درگاہ کے پاس ادا کی تھی، جب وہ ۱۵۲۹ء میں مشرقی ہندوستان کے افغانوں کی سرکوبی کے لیے بہار آیا تھا۔ شیر شاہ اور ہمایوں کے بیچ اقتدار کی لڑائی کے دوران منیر میں ہمایوں کے پڑاؤ ڈالنے اور بنگال کے معزول سلطان محمود شاہ کے ہمایوں سے ملنے کے لیے منیر آنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اسی کے بعد ہمایوں نے بنگال کی سمت فوج کشی کی تھی۔ کوئی دو صدی بعد انگریز کمانڈر Eyre Coote نے بھی میر قاسم کے خلاف جنگ کے دوران منیر میں قیام کیا تھا اور وہاں سے چھپرہ کے لیے روانہ ہوا تھا۔ مغلیہ عہد کی اہم شخصیتوں میں مرزا عبد الرحیم خانخاناں، راجہ مان سنگھ اور تان سین کی منیر میں آمد کے شواہد ملتے ہیں جب کہ جہانگیر کی حکومت کے ابتدائی برسوں میں بہار کے صوبہ دار ابراہیم خان کاکر کی مخدوم شاہ دولت سے عقیدتمندی اور ان کے مقبرہ کی تعمیر سے ہم سبھی بخوبی واقف ہیں۔

عمارات و آثار قدیمہ:

بکانن نے بالخصوص بڑی اور چھوٹی درگاہوں کی تفصیلات اپنی رپورٹ میں درج کی ہیں مگر اس کا تبصرہ مقامی حالات و روایات سے لاعلم ہونے کے سبب کافی منفی ہے۔ اسے اس بات کی بطور خاص شکایت ہے کہ ان عمارت کی دیکھ بھال نہیں ہوتی ہے اور اکثر فقیر اور بھکمنگے ان میں آ کر بس گئے ہیں۔ اگر چہ وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس (چھوٹی درگاہ) سے بہتر عمارت اس نے اپنے سفر کے دوران کوئی نہیں پائی۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ خانقاہ کی بھی حالت خستہ ہے گر چہ اسے ۶۰۰۰ بیگھہ اراضی معافی محصول کے ساتھ حاصل ہے۔ اس کے مطابق یہ ساری آمدنی مفت خوروں اور مانگنے والوں کی شکم پروری پر خرچ ہوتی ہے۔ صوفیائے کرام کے توکل اور خدمت خلق کے اصولوں سے اس کی ناواقفیت اور انگریزوں کے عام متعصبانہ رویہ کی یہ ایک واضح مثال ہے۔ اس سے قدرے بہتر تذکرہ Gazetteer میں ملتا ہے۔

اس کے مصنف نے منیر کے مقبروں اور آثار قدیمہ بالخصوص چھوٹی اور بڑی درگاہ کا ذکر مثبت انداز میں کیا ہے۔ اول الذکر کو اس نے بنگال (بشمول موجودہ بہار) میں مغلیہ فن تعمیر کا بہترین نمونہ قرار دیا ہے اور اس عمارت کے محاسن اور خصوصیات کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ جہانگیری عہد کے فن تعمیر کی خصوصیتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس نے مقبرہ کی تعمیر کرنے والے مغل صوبہ دار ابراہیم خاں اور شاہ دولت کے لئے اس کی عقیدت کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے ملحق تالاب اور اس کے کنارے کے گھاٹ اور برجیوں کی خوبصورتی کا بھی اس نے ذکر کیا ہے۔ بڑی درگاہ کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ تالاب کے مشرق کی سمت یہ درگاہ حضرت یحییٰ منیری کا مرقد ہے اور اس کی تعمیر نسبتاً سادہ اور معمولی انداز میں ہوئی ہے۔ اس نے تالاب کے ایک کنارے پر واقع تنگر قلی خاں کی قبر کا بھی حوالہ دیا ہے اور یہ تبصرہ بھی کیا ہے کہ وہ خستہ حالی کا شکار ہے گر چہ لوح مزار محفوظ حالت میں ہے۔ دیگر آثار میں اس نے بڑی درگاہ کے سامنے شہدول کے مجسمہ کا سرسری ذکر کیا ہے اور قیاس کیا ہے کہ یہ ہندوؤں کی کسی عبادت گاہ کی نشانی ہے۔

۱۹۲۴ء میں محمد حمید قریشی نے بہار اور اڑیسہ کے آثار قدیمہ کی فہرست مرتب کی

جنہیں ۱۹۵۴ء کے Act VII کے تحت Protected Monument قرار دیا گیا تھا۔ منیر کی چھوٹی اور بڑی درگاہوں کی تعمیر اور اول الذکر میں استعمال کئے گئے مینار کے منقش لال پتھر کی خوبصورتی کی انہوں نے تعریف کی ہے اور ان پر کندہ کتبات کے متون اور ان کے انگریزی ترجمہ کو بھی شائع کر دیا ہے۔ انہوں نے ایک دلچسپ انکشاف یہ بھی کیا ہے کہ چھوٹی درگاہ سے متصل تالاب کے جنوب میں ابراہیم خاں کاکر اپنے مقبرہ کی تعمیر کا خواہشمند تھا مگر یہ ممکن نہیں ہو سکا۔ **اس مقام پر ڈاک بنگلہ کی پرانی عمارت واقع ہے جس کے جنوب میں ابھی یعنی ۲۰۱۰ء میں سیاحوں کے لئے ایک بڑے ہوٹل کی تعمیر ہو رہی ہے۔ ممکن ہے اس سے زائرین بھی مستفیض ہوں کیونکہ منیر میں سیاحوں کی آمد بہت کم ہوتی ہے۔** ابراہیم خاں کی تدفین چھوٹی درگاہ میں اپنے مرشد کے قدموں کی سمت ہوئی۔

قریشی نے چھوٹی درگاہ سے متصل تالاب کے متعلق تفصیل رقم کی ہے۔ ان کے مطابق اس کی لمبائی شمال تا جنوب ۶۰۰ فٹ اور مشرق تا مغرب ۴۴۰ فٹ ہے۔ گویا اس کا رقبہ ۵ ایکڑ سے زیادہ ہے۔ اس کے شمال مغربی کونے پر ایک ۱۰۰ گز لمبی سرنگ ہے جو دریائے سون سے جا کر ملتی ہے اور اس کے ذریعہ تالاب میں پانی کی ترسیل ہوتی تھی۔ قریشی کے مطابق تالاب کے جنوبی کنارے سے چھوٹی درگاہ کا منظر انتہائی روح پرور ہے۔ تالاب کا شفاف پانی، کنارے کے گھاٹ اور ان کے کونوں پر بنی برجیاں اور دو طرفہ درختوں کی قطار کے سبب یہ منظر انتہائی پرکشش معلوم ہوتا تھا۔ **موجودہ صورتحال بالکل برعکس ہے۔**

پاٹل نے بھی اپنی کتاب میں منیر کی درگاہوں اور دیگر آثار قدیمہ کا ذکر کیا ہے۔ ان میں بیشتر مزارات ہیں چند مسجدیں اور خانقاہ کی عمارت بھی۔ مگر ان کا بیان شاہ مراد اللہ کی تصنیف سے ماخوذ ہے۔ **ان تفصیلات کے لیے پیش نظر تصنیف کے صفحات ۶۳-۶۸ ملاحظہ فرمائیں۔** اس کے علاوہ پاٹل نے ۹ کتبات کی فہرست بھی مرتب کی ہے، جن میں ایک اسلامی دور سے پہلے کا ہے۔ بقیہ کتبات جو عربی و فارسی زبانوں میں ہے، قریشی کی تصنیف میں بھی شامل ہیں۔ ان کے عکس اور تدوین شدہ متون کی اشاعت پروفیسر قیام الدین احمد مرحوم نے ۱۹۷۳ء میں Corpus of Arabic and Persian Inscription of

Bihar میں کر دی ہے۔ **اب ان میں چند کتبات اپنے اصل مقام پر نہیں ہیں۔**

دیگر معلومات:

انیسویں صدی کے اوائل میں بکانن کے مطابق منیر کی زمینداری (estate) کافی وسیع تھی، جس میں شیر پور ڈویژن مکمل طور پر اور وِکرم کا دو تہائی حصہ شامل تھا۔ اراضی کا رقبہ ۱،۸۳،۴۵۱ لودی خانی بیگھہ تھا، جس میں ۱،۲۳،۸۶۵ بیگھہ سے محصول کی رقم ۶۴،۵۹۸ روپے تھی اور بقیہ علاقہ کا محصول معاف تھا۔ زرعی زمین دو قسم کی تھی دیہی جو لب گنگا تھی اور بہارسی جو نشیبی زمین تھی۔ چاول کی کاشت خاصی مقدار میں ہوتی تھی اور فی بیگھہ پیداوار کی قیمت تقریباً پونے چار روپے تھی۔ اس علاقہ میں تین بڑی زمینداریاں تھیں۔ ان کے مالک داؤد خاں قریشی کے ورثا میں تھے جو عہد وسطیٰ کا اہم سردار تھا اور جس نے داؤد نگر کو آباد کیا تھا جہاں اس کا مقبرہ بھی موجود ہے۔

O' Malley نے منیر پرگنہ کے رقبہ (199¾ miles) اور محصول کا ذکر کیا ہے۔ اس کے مطابق ۱۷۹۵ء میں اس کا محصول ۶۹،۷۴۵ روپے تھا جو غدر کے قبل بڑھا کر ۱،۱۵،۲۶۸ روپے کر دیا گیا تھا۔ اس نے منیر میں منعقدہ دو میلوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جن میں ایک حضرت یحییٰ منیری کا عرس مبارک ہے جو شعبان کی ۱۲ تاریخ کو ہوتا ہے اور دوسرا غازی میاں کی شادی کی تقریب جو جیٹھ مہینے کے آخری اتوار کو منائی جاتی ہے۔ اول الذکر کی مستند تفصیلات اصل کتاب میں اور ضمیموں میں بھی فراہم کی گئی ہے۔

Gazetteer میں اس بات کا بھی تذکرہ ہے کہ ۱۷۹۵ء کے قریب Thomas Daniell نے چھوٹی درگاہ کی ایک تصویر بھی بنائی تھی۔ یہ تصویر منیر کے متعلق website پر دستیاب ہے اور پٹنہ کے راج بھون میں بھی موجود ہے۔ کتاب کے سرورق پر اس تصویر کا استعمال ہوا ہے۔ اس کے لیے ہم شری آر۔ جے۔ ام۔ پلئی، سابق پرنسپل سکریٹری گورنر بہار کے ممنون ہیں۔ بڑی اور چھوٹی درگاہوں کی تصویریں خدا بخش لائبریری کے ایک project کے لیے بنائی گئی تھیں اور ان کا استعمال بھی اس کتاب میں ہوا ہے۔ نیز چند کتبوں کے عکس پروفیسر قیام الدین احمد کی کتاب Corpus of Arabic & Persian Inscription of Bihar

سے لیے گئے ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت کا ایک مقصد بہار کی وراثت کی تشہیر بھی ہے۔ بہار کی تشکیل کی ایک صدی مکمل ہونے کو ہے۔ اس موقع پر یہ کتاب بہار میں صوفیائے کرام کے سب سے اہم مرکز کے مکمل احوال اور اس مقام کی تاریخی اہمیت اور آثار کے متعلق ایک بیش قیمت دستاویز ہے۔ مجھے امید ہے کہ قارئین اسے پسند کریں گے۔

امتیاز احمد

آثارِ منیر

سید شاہ مراد اللہ منیری

قطعۂ تاریخ طباعت آثار منیر

از مراد اللہ

آثار منیر شد ہویدا چوں طبع شد احسن التواریخ
ہاتف پئے سال انطباعش خوش گفت کہ احسن التواریخ

۱۳۶۷ھ

تقریظ

از حضرت ملک العلما صاحب صحیح البہاری مولانا مولوی محمد ظفر الدین
صاحب قادری رضوی بہاری سینئر مدرس مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ مُحَمَّد صَلّی عَلیہ وَسلّما

صوبہ بہار مردم خیز صوبہ اور قدیم زمانہ سے علم وفضل کا گہوارہ رہا ہے۔ جس خاک پاک سے حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین احمد منیری اور فخر قوم وملک قاضی محبّ اللہ بہاری ہوئے کون اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس طرف تھوڑے دنوں سے یہاں کے علمانے الا ماشاء اللہ تصنیف و تالیف کی طرف بہت ہی کم توجہ کی ہے۔ اس جمود و خمود کے زمانے میں مجھے رسالہ ''آثار منیر'' دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ جسے عزیزی مولانا سید شاہ مراد اللہ صاحب منیری ممتاز المحدثین سلمہٗ نے تالیف فرمایا۔ اور منیر شریف و بزرگان منیر شریف کے مختصر حالات حضرت مخدوم شاہ یحیٰ منیری متولد ۵۷۲ ہجری سے حضرت سید شاہ دولت علی امان اللہ فردوسی منیری متوفی ۱۳۴۶ھ تک کے درج رسالہ کر کے زائرین منیر شریف کے لیے ایک چراغ رہنمائی روشن کر دیا، لوگ دور دور سے زیارت کے لیے آیا کرتے ہیں اور بجز دو چار بزرگوں کے بقیہ حضرات کی زیارت سے بوجہ عدم علم محروم رہتے ہیں۔ اس رسالہ سے ایک حد تک ان کی رہنمائی ہوگی۔ اور دور بیٹھ کر پڑھنے والوں کو بھی کافی معلومات حاصل ہوں گے۔ مولیٰ تعالیٰ مصنف سلمہٗ کو عمر و علم میں برکت اور مفید و نافع رسائل لکھنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہٗ
سینئر مدرس مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ
یکم ربیع الاول شریف چہار شنبہ ۱۳۶۷ھ

تقریظ

از عالی جناب صاحب "فقہ السنن والآثار" استاذی المکرم حضرت مولانا مولوی مفتی سید محمد عمیم الاحسان صاحب مجددی برکتی دام اللہ فیوضہ سینئر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ سابق مفتی دارالافتا مسجد ناخدا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامدًا وَّ مصلیا و مسلمًا

شیراز ہند یعنی خطہ بہار کے رہنے والے ساتویں صدی کے آفتاب ولایت مخدوم جہاں حضرت شاہ شرف الدین احمد بن یحیٰی منیری قدس سرہٗ کا مولد منیر شریف ہے، اس مقام کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضرورت تھی کہ وہاں کے حالات سے متعلق کوئی کتاب لکھی جاتی۔ یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ عزیز القدر مولانا سید شاہ مراد اللہ صاحب منیری "ممتاز المحدثین" سلمہٗ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں آثار منیر کے نام سے مختصر مگر نہایت مفید اور دلچسپ کتاب لکھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اور ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور موفق بنائے۔ آمین

سید محمد عمیم الاحسان مجددی برکتی عفاعنہ

کلکتہ ۱۴ / رجب ۱۳۶۶ھ

تعارف

از

فاضل عصر صاحب "اصح السیر" عالی جناب مولانا حکیم ابوالبرکات
عبدالرؤف صاحب قادری داناپوری مدلطفہ، مقیم کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

صوبہ بہار میں قصبہ منیر شریف قدیم اسلامی مرکز ہے حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دیار میں سب سے پہلے منیر کو اپنا اسلامی مرکز بنایا۔ آپ کی مجاہدانہ کوششوں سے اس دور دراز خطہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی اور کافی اشخاص نے راہِ ہدایت اختیار کی۔ آپ کی اولاد حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلف صدق حضرت مخدوم شاہ شرف الدین احمد بہاری منیری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اعزّہ کے ذریعہ اس اطراف میں معرفت و حقیقت کا دریا موجیں مارنے لگا۔ اور اس خطہ میں ہر طرف نور معرفت جگمگانے لگا۔ خدا نے اس خاندان کو بڑی برکت دی۔ پٹنہ، گیا، مظفرپور، چھپرہ کے اکثر شرفا کا شجرۂ نسب حضرت امام محمد تاج فقیہؒ سے ملتا ہے اور بہت سے شجرہ بیعت کا انتساب حضرت مخدوم یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم شرف الدین احمد بہاری منیریؒ کی طرف کیا گیا ہے۔ اس خاندان کے بہت سے بزرگوں نے بڑی ریاضتیں اور بڑی چلہ کشیاں کی ہیں، جن کے آثار منیر میں، بہار اور راجگیر کے پہاڑوں، دیگر مواضعات و قصبات میں، بعض جنگلوں میں اور ملک سے باہر برہما کے دور دراز علاقوں میں موجود ہیں۔ اس خاندان کے بہت سے حضرات فرداً فرداً اراکین تصوف میں اور رشد و ہدایت میں شہرت تامہ رکھتے ہیں۔ بہت سے قلوب پر ان کی آج بھی حکومتیں ہیں ان سب حضرات کے آثار اگر جمع ہو جائیں تو بڑی ہدایت و روحانیت کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ مجھ کو یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ جناب مولانا سید شاہ محمد مراد اللہ صاحب منیری (ممتاز المحدثین) نے اس کی ابتدا کی ہے۔ خدا ان کے کام کو انجام تک پہنچائے، میں اس کی تکمیل کے لیے دعا کروں گا۔

ابوالبرکات عبدالرؤف عفاعنہ قادری داناپوری

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَ
عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ اتباعِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْن

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست　　محمد چشم بر راہِ ثنا نیست
محمد حامدِ حمدِ خدا بس　　خدا مداحِ شانِ مصطفےٰ بس
محمد از تو می خواہم خدارا　　خدایا از تو عشقِ مصطفےٰ را

خالق یکتا جس کا کوئی شریک نہیں، احکم الحاکمین جس کا ثانی نہیں، قادر قدوس جس کی مثال نہیں، بنی آدم کے افضل ترین سردار شہنشاہ کونین رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم نے جب مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ فرمایا تو پھر کون ایسا ہے جو اُس کی ذات پاک کا ادراک کرے۔ اس کی حقیقت کو جانے اور اس کو سمجھے۔

اللہ کے حبیب دونوں عالم کے سردار، گنبدِ خضرا میں آرام فرمانے والے آقا، رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت اور مجھ جیسے عاجز ولاچار، سر تاپا گنہگار کی زبان

لَا یُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقَّهٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ آج سے آٹھ نو سو سال پہلے اللہ کے بندے اُس کے محبوب کی امت خاندان ہاشم کے جلیل القدر فرزند حضرت سیدنا امام محمد تاج فقیہ ہاشمی قدس خلیلی رحمۃ اللہ علے حسب

بشارت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان سے ہزاروں میل دور بیت المقدس سے صوبہ بہار کے مرکز عظیم یعنی سرزمین منیر شریف میں تشریف لائے اور پرچم اسلام نصب کر کے اس تیرہ و تار خطہ کو اپنی ضیائے ایمانی سے منور فرمایا۔

۲۷ رجب روز جمعہ ۵۷۶ ہجری کی وہ مبارک ساعت تھی جب آپ کے ہاتھ سے یہاں اسلام کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

آپ نے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے بعد اپنے بڑے صاحبزادے حضرت مخدوم سیدنا محمد اسرائیل منیری رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں خاندان کے کل افراد کو یہاں چھوڑ کر تنہا وطن کی طرف مراجعت فرمایا۔ آپ کے خاندان کے مقدس حضرات نے ارض ہند میں دین کی اشاعت کر کے ظلمت کو روشنی سے، برائی کو بھلائی سے، کفر کو اسلام سے بدل ڈالا۔ اس دعوت حق سے صوبہ بہار کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا، خطہ بہار بات کی بات میں پُر بہار بن گیا۔ کفر کی گھنگھور گھٹا دیکھتے ہی دیکھتے دور ہو گئی۔ لاکھوں گمراہ راہ راست پر آگئے۔ حضرت امام ممدوح نے جس شمع کو جلایا تھا ان کے اخلاف نے اس کو روشن رکھا۔ ان پاک نفوس کے زریں کارنامے لوگوں سے ہمیشہ سنے جائیں گے۔

شجرہ

- حضرت امام محمد تاج فقیہ ہاشمی قدس خلیلی قدس سرہ،
  - حضرت مخدوم اسرائیل منیریؒ
    - حضرت مخدوم مظفرؒ
    - حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیری
      - حضرت مخدوم جلیل الدین احمد منیریؒ
      - حضرت مخدوم شاہ شرف الدین احمد منیریؒ
        - مخدوم ذکی الدین
        - بی بی فاطمہ
        - بی بی زہرہ
      - حضرت مخدوم خلیل الدین احمد منیریؒ
      - حضرت مخدوم حبیب الدین احمد منیریؒ
        - حضرت مخدوم اشرف
      - صاحبزادی
  - حضرت مخدومؒ اسماعیل منیری
  - حضرت مخدوم عبدالعزیز
  - صاحبزادی

این سلسلۂ طلائے ناب است
این خانہ تمام آفتاب است

جس چمن کو امام ممدوح نے اپنے مقدس ہاتھوں سے سنوارا تھا اسے حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیریؒ، حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد منیریؒ، حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسیؒ، حضرت مخدوم شاہ حسین نوشۂ توحیدؒ، حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ اور دیگر بزرگوں نے سرسبز رکھا اور اس کی آبیاری کے لیے حضرت مخدوم سید شہاب الدین پیر جگجوت

جیسی عظیم المرتبت ہستی خدااور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے اپنے اونچے محل کو چھوڑ کر کاشغر سے عظیم آباد کی راہ لیتے ہیں، حضرت مولانا امام مظفر بلخیؒ شوق طلب میں خاک دہلی کو خیر باد کرتے ہیں، حضرت رکن الدین عشق ابوالعلائیؒ دور دراز کی راہ اختیار فرماتے ہیں، اسی طرح لاکھوں بندگان خدااس دیار میں آتے گئے جن کے نشانات بہار کے کھنڈرات میں، منیر کے ذرات میں نیز صوبہ کے مختلف مقامات میں آج تک موجود ہیں۔

یہ سلسلہ اسی صوبہ تک محدود نہ رہابلکہ اس چشمۂ صافی سے کشت بنگالہ بھی شاداب ہوتی گئی اوراس آفتاب کی کرنیں مملکت اسلامیہ تک چھن چھن کر پہنچتی گئیں۔

آج کون ہے جوان بزرگانِ دین کو نہیں جانتا۔

حضرت مخدوم شاہ اسرائیل منیریؒ کے دو صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ مظفر منیریؒ اور حضرت سلطان المخدوم سیدنا شاہ یحیٰ منیریؒ ہوئے، حضرت مخدوم شاہ مظفرؒ کاانتقال والد ماجدؒ کے سامنے ہو چکا تھااس لیے حضرت مخدوم شاہ یحیٰ منیریؒ والد ماجد کے وصال کے بعد مسند فقیہ پر بیٹھے اور ملک مفتوحہ کی زمام اپنے ہاتھوں میں لی۔ مگر زہد وورع جو خاندان کا شعار تھااسی کواختیار فرمایا۔اور سلطنت منیر کو کچھ دنوں کے بعد ایک مجاہد کے سپرد کر دیا۔

آنکہ بر پیرایۂ الفقرفخری نام داشت
ترک شاہی کرد و با شاہ مجاہد داد مفت

شاہی ترک کر کے فقر کی راہ اختیار فرمایااللہ سے لولگائی اللہ والے ہو گئے۔ قدرت نے ہمت افزائی کی اور جادۂ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ فَھُوَ لَہٗ پر بیٹھے۔ آپ نے اپنی شمع معرفت سے ایک عالم کی رہبری کی۔ دور دراز سے لوگ آپ کی خدمت میں آئے اور ہمیشہ کے لیے پابوسی کے لیے رہ گئے۔ اسی طرح صبح وشام نے اپنے لمحات طے کیے، یہاں تک کہ ساتویں صدی کے وسط میں آپ کے گھر میں چودھویں کا چاند طلوع ہوا یعنی ۲۹ / شعبان ۶۶۱ ہجری میں ملک کے ممتاز بزرگ حضرت سلطان المحققین مخدوم الملک شاہ شرف الدین احمد بن یحیٰ منیری رحمہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ جو کچھ دنوں کے بعد عرفان کا درخشاں آفتاب بن گیا۔ جن کی ذات گرامی سے ارض بہار پُر بہار بن گئی اور آپ کی مقدس تعلیمات نے ہندوستان و بیرون ہند کے گوشہ گوشہ میں جگہ پائی اور آپ کا سلسلۂ فردوسیہ ہندوستان اور ہندوستان کے باہر ممالک اسلامی میں جاری ہوا۔ جہاں بھی یہ سلسلہ ہے وہ آپ ہی کے واسطے سے پہنچا ہے۔

اور سرزمین منیر کو آپ کے مولد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۸۹۸ھ میں گلستان منیر کی نوخیز کلی کھلی جو کھلتے ہی مشام جاں کو معنبر کر گئی یعنی خاندان مخدومؒ کے جلیل القدر فرزند حضرت شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ عالم وجود میں آئے اور حق و صداقت کی راہ میں ثابت قدم رہ کر خلق کی رہبری فرمائی۔ آپ کی چوکھٹ پر امیر و غریب سلطان و وزیر دور دراز سے آئے اور شمع ہدایت کے پروانے بن گئے، آپ کے دامن رحمت سے لپٹے اور حسن عمل سے بہتوں کی راہ سیدھی کر گئے اور خود بھی منزل مقصود تک پہنچ گئے، صوبہ بہار میں اسلام تصوف کے ساتھ آیا اور صوبہ بہار میں یہ پہلی خانقاہ ہے جہاں سے اسلام کا نشو و نما ہوا۔ حضرت مخدومؒ اور آپ کے خاندان کے ممتاز اصحاب نے اپنی روحانی ضیا سے چپہ چپہ کو منور فرمایا۔ اس سلسلۃ الذہب کی کڑیاں صوبہ میں اور اس سے باہر بھی کثرت سے پھیلیں۔ منیر جیسی متبرک اور تاریخی جگہ کے لیے ایک سلسلہ وار تاریخ کی ضرورت تھی مگر کوئی ایسی کتاب نہ ملی جس میں منیر کے تاریخی پہلو پر مفصل بحث کی گئی ہو۔ ہر کتاب میں ایک ہی روایت مختلف طرح سے ملتی گئی جس میں بعض تو قیاس کے خلاف بعض واقعات سے کوسوں دور۔

مقامی اور غیر مقامی اشخاص نے اس سلسلے میں بہت کتابیں مرتب کیں مگر طالبان تحقیق تشنہ کام ہی رہے۔

تاریخ کی مستند کتابیں مثلاً فرشتہ، طبقات ناصری، ہفت گلشن الٰہی، تاریخ احمدی، ابوالفضل اور اکثر کتابوں میں یہاں کے حالات ہیں مگر واقعات کے اعتبار سے غیر مکمل ہیں۔

حضرت مخدومؒ کا خاندان صوبہ کے اطراف واکناف میں کثرت سے پھیلا جو جہاں رہے اپنے طور پر اپنے اور اپنے بزرگوں کے خاص حالات لکھتے چلے گئے۔ مگر ان روایتوں میں کافی اختلاف ہوتا گیا۔

غرض یہ سب کچھ ایسی الجھنیں ہیں جس نے ایسی کتاب لکھنے کی طرف توجہ دلائی جو واقعات کے اعتبار سے امکانی صحت اور سلسلہ سے آراستہ ہو، اسی خیال سے میں نے مختلف کتابوں سے اور خاندان کے اکثر بزرگوں سے معلومات بہم پہنچائے۔ اس طرح بڑی مشکلوں کے بعد جابجا سے اس لشکر عظیم کے لیے رسد مہیا ہوتی چلی گئی اور اس دُرِّ منثور کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ یہ کتاب صوبہ بہار کے مشہور خطہ منیر اور یہاں کے بزرگوں کی مختصر تاریخ ہے۔

قدر دان اصحاب اس کے طبع کرنے پر پیہم اصرار کرنے لگے مگر تعلیمی سلسلے کے سبب اس کا موقع نہ آیا۔ جب ادھر سے اطمینان ہوا تو ہنگامی پریشانیوں سے اس کے چھپنے کی امید منقطع ہونے لگی مگر احباب کے تقاضے پے در پے جاری رہے۔ اس لیے کتاب کا اختصار کر کے ''آثار منیر'' کے نام سے شائع کر رہا ہوں، اور شکر ہے کہ وطن پرستی کے جذبہ میں نابینا ہو کر واقعات کو تاریکی میں نہیں لایا۔ منیر کی ابتدائی حالت کیا تھی؟ بزرگوں کے ہاتھوں سے اس سرزمین میں اسلام کی پرچم کشائی کس طرح ہوئی؟ یہاں اسلام کا سنگ بنیاد کیسے رکھا گیا، اور آج یہاں کی کیا حالت ہے؟

یہ ایک طویل بحث ہے جس کے لیے یہ چند اوراق کافی نہیں۔ تاہم کوشش کی گئی ہے کہ اختصار کے ساتھ ہر پہلو اپنی اپنی جگہ پر نمایاں ہو جائے، انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں تفصیل کے ساتھ یہاں کی تاریخ پیش کروں گا۔ اس کے بعد ارادہ ہے کہ صوبہ بہار کے علما و مشائخ کے حالات ''مشاہیر بہار'' کے نام سے شائع کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو خلعت قبولیت عطا فرمائے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور بندگان خاص کے نقش قدم پر ہم لوگوں کو چلنے کی توفیق بخشے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنِیْب۔

محمد مراد اللہ منیری

آستانۂ حضرت مخدومؒ منیر شریف، ضلع پٹنہ

۱۴؍ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منیر شریف صوبہ بہار میں ایک تاریخی اور متبرک مقام ہے۔ جو آٹھ سو برس سے بڑے بڑے علمائے عظام و صوفیائے کرام کا مسکن رہا ہے۔ اس وقت یہاں راجہ منیر برسرِ حکومت تھا۔ اُسی زمانہ میں ایک مسلمان حضرت مومن عارف رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن یمن سے بغرض سیاحت اس طرف آئے اور یہاں مقیم ہوگئے۔

راجہ کو ان کے نور ایمانی سے اپنی سلطنت کے لیے مذہبی خطرات محسوس ہونے لگے اس لیے اس منبع ایمانی کو یمن جانے پر مجبور کیا۔ آخر انھوں نے رخت سفر باندھا اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے مرکز اسلام یعنی مدینہ منورہ پہنچ کر بارگاہ رسالت ﷺ میں استغاثہ پیش کیا۔ اس مسافر اسلام کی التجا نے خلعت قبولیت پایا اور خاندان ہاشم کے ایک جلیل القدر انسان جن کا گھرانا شروع سے صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ، جن کی بزرگی کا شہرہ دوچار میں نہیں تمام عرب میں تھا، جو خدا کی یاد میں اپنے وطن شہر بیت المقدس کے قصبہ قدس خلیل الرحمٰن (ہبرون Hebron) میں مصروف تھے۔ جن کا نام محمد اور لقب تاج فقیہ تھا۔ خواب میں زیارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اور حکم جہاد پایا۔ حکم ہوتا ہے رَختِ سفر باندھو اور سرزمین منیر کو نور اسلام سے منور کردو، ہمارا کلاہ بھی لے لو اللہ اس کی برکت سے فتحیاب کرے گا، راستہ میں اور نبرد آزما بھی تمھارا ساتھ دیں گے۔

فرمان نبوی ﷺ کے صادر ہوتے ہی اپنے وطن سے مع اہل و عیال اور کلاہِ مبارک اور دیگر تبرکات (جو پہلے سے آپ کے خاندان میں محفوظ تھے) روانہ ہوئے۔ اور راہ میں بہت سے مسلمانوں نے ساتھ دیا۔ اور بعضے بادشاہوں نے بحکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ عالم رؤیا میں مشرف بزیارت ہوئے، اپنے عزیزوں کو سالار فوج کر کے ساتھ کیا۔ چنانچہ تاج الدین کھانڈگاہ اور میر سید علی احمد ترک لربک شہید شہزادوں سے ہیں۔

حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم شاہ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خواہر زادے

حضرت سیدنا خطیر الدین ابدال قدس سرہٗ بھی شوق جہاد میں آپ کے ساتھ ہوئے اور یہیں کے ہو رہے۔ آپ کا مزار تالاب سے پچھم ٹیلے پر ہے۔

اس طرح اس مختصر جماعت نے ایک فوج کی صورت اختیار کرلی، اور ہندوستان کا بیشتر حصہ خاموشی سے طے کرلیا۔

ہندوستان میں اس فوج کا داخلہ شمال و مغرب کے راستہ سے ہوا اور کرمنا سانگ ندی تک جو بکسر کے قریب ہے جہاں سے حکومت منیر کی سرحد شروع ہوتی تھی، پہنچ گئے۔ جب اس ندی کو عبور کرلیا تو راجہ کی فوج مدمقابل ہوئی اور جم کر لڑائی ہونے لگی۔ راجہ کی فوج کو ہزیمت ہوئی اور قلعہ کے پھاٹک تک شدت سے تعاقب کیا گیا۔ یہاں راجا نے آخری سنبھالا لیا اور خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ منیر مسلمانوں کے قبضہ میں اُس وقت آیا جب کہ راجہ کی اکثر و بیشتر فوج تباہ و برباد ہو چکی تھی۔

اس طرح یہ ظلمت کدہ بقعہ نور بن گیا، جس کی ضیا نے صوبہ بہار کے ذرہ ذرہ کو منور کردیا۔ بروز جمعہ ۲۷؍رجب ۵۷۶ھ کا وہ مبارک دن تھا جس دن حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل حضرت امام محمد تاج فقیہ کے ہاتھوں ہوئی۔ راجہ کا قلعہ مسمار ہو گیا ہے، مگر آثار عتیقہ کے خزائن اب بھی اس کے شکم میں محفوظ ہیں۔

فتح ہونے کے بعد سرگروہ لشکر حضرت امام محمد تاج فقیہ ہاشمی قدس سرہٗ نے کچھ دنوں یہاں قیام کے بعد ولایت منیر اپنے صاحبزادوں کے سپرد کیا اور تنہا بیت المقدس واپس تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کے مستقل حکومت کے اس فتح کی تاریخ(۱) اس طرح ہے:

یافت چوں بر راجہ منیر ظفر　　　داد امام از دیں جہانے را نوی
ہست مقبول از بزرگان سلف　　　سالِ آن دین محمد شد قوی

۵۷۶ھ

۲۷؍رجب روز جمعہ ۵۷۶ھ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور منیر ان کے قبضہ میں آیا۔ یہ فتح صرف مقامی ہی فتح نہ تھی کیوں کہ حضرت امام محمد تاج فقیہؒ کے رفقا جو لڑائی میں شہید ہوئے تھے، ان کے مزارات منیر شریف سے دور دور مقامات پر بھی واقع ہیں۔ مثلاً شاہ برہان الدین شہید جن کا مزار پٹنہ سے دکھن کھرار میں اور چندن شہید کا مزار سہسرام کی ایک

---

(۱) وسیلۂ شرف ۱۲

پہاڑی پر ہے جو چندن شہید کی چوٹی کہلاتی ہے۔ یہ جگہ شہر سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔

کل افواج کے سردار حضرت قطب الاقطاب علم بردار ربانی تھے جن کا مزار موضع مہدانواں متصل منیر شریف ہے۔ تاج الدین کھاند گاہ جو محمود غزنوی کے خاندان کے ایک رکن ہیں منیر شریف کی بڑی درگاہ میں آسودہ ہیں۔ حضرت امام محمد تاج فقیہؒ کے بیت المقدس تشریف لے جانے کے کچھ دنوں بعد آپ کی اہلیہ مکرمہ نے اس جہانِ فانی سے رحلت فرمایا، اس کے بعد آپ نے دوسرا عقد کیا جن سے حضرت مخدوم شاہ عبدالعزیز منیریؒ تولد ہوئے۔ آپ کے پوتے محرمِ اسرارِ غیب حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی بن حضرت مخدوم جلال الدین منیری بن حضرت مخدوم شاہ عبدالعزیزؒ کا مزار مبارک شیخپورہ ضلع مونگیر میں مرجع خلائق ہے۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو بھائیوں کی محبت اور خاک منیر کھینچ لائی اور ہمیشہ کے لیے رہ گئے۔ آپ کا مزار پُر انوار بڑی درگاہ شریف میں ہے۔ حضرت مخدوم کے پورب آخری مزار ہے۔

بختیار خلجی کا ورود جب بہار میں ہوا اس وقت منیر شریف کی عنان حکومت حضرت سلطان المخدوم سیدنا شاہ یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ نے بہ اصرار حکومتِ منیر کو بختیار خلجی کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے کہا کہ میں مسلمان کا مال نہیں لیتا۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہی اور ملک وراثت اور مِلک نہیں یہ دادِ الٰہی ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ مجھ سے یہ بار نہیں اٹھے گا، عبادت میں حرج ہوتا ہے۔ پھر عدل وانصاف کے لیے وصیت کی اور سلطنت منیران کے حوالہ کر دی۔ اور خود گوشۂ عزلت اختیار کیا، اور یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے خاندان نے زہد و ورع کو اپنا شعار بنایا۔ اور شہرۂ آفاق ولی اللہ اس خاندان سے پیدا ہوتے رہے۔ جن کی ذات سے صوبہ بہار میں اسلام نے فروغ پایا۔ صوبہ بہار میں سادات کے جتنے قدیم خانوادے ہیں سب کا نسبی یا معنوی تعلق اسی منبع روحانی سے ہے۔

یہاں کا بیشتر حصہ اب ایک کھنڈر کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے۔ اگلے وقتوں میں یہ ایک بڑا اور معمور شہر تھا۔ مگر سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ اس کا بھی انحطاط شروع ہو گیا، اور اب ایک پرگنہ کے مرکز ہونے کی حیثیت رہ گئی ہے۔

قدیم فارسی دفاتر اور کتابوں میں بلدہ یعنی بڑے شہر کے نام سے موسوم ہے۔ پُرانے کاغذات سے اس کے عدالت عالیہ کے مستقر ہونے کا پتہ ملتا ہے جس کے فیصلہ پر دو قاضیوں کے دستخط ہوتے تھے۔ مسلمانوں کے دور حکومت میں یہ شہر بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ پہلے

دریائے گنگ اسی کے زیر پائیں جاری تھا۔ جو اب کچھ دور شمال و مغرب کی جانب ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کاروبار کی شاہراہ اور تجارت کا بڑا مرکز تھا۔ ساتھ ہی دریا کی طرف اس کا مضبوط اور بلند قلعہ اس کی حفاظت کے لیے تھا، جو ایک ڈھیر کی شکل میں اب تک قائم ہے۔ اور اس لحاظ سے اگلے وقتوں میں جنگی نقطہ نظر سے بھی یہ جگہ اہم تھی۔ صاحب (۱) تاریخ فرشتہ فیروزرائے ولد کیشوراج ولد مہاراج کی حکومت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دو مرتبہ بہار میں جاکر خیرات بے شمار کی، بلدۂ منیر اسی کے عہد میں احداث ہوا۔ یعنی منیر کی بنیاد فیروزرائے ولد کیشو راج ولد مہاراج ولد کشن ولد پورب ولد ہند ابن حام ابن حضرت نوح علیہ السلام نے ڈالی تھی۔

منیر کا پہلی بار تذکرہ فیروزرائے ولد کیشوراج کی حکومت کے سلسلہ میں اور دوسری بار بختیار خلجی کے فتح بنگالہ کے موقع پر آیا ہے۔ جس کو صاحب "تاریخ فرشتہ" بختیار خلجی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

> "ہمیشہ ولایت بہار اور منیر پر تاخت لاکر قسم قسم کے غنایم دستیاب کرتا تھا (۲)"۔

علامۂ عصر سید سلیمان ندوی رسالہ ندیم بہار نمبر ۱۹۳۳ء میں طبقات ناصری کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ :

> "بختیار خلجی المتوفی ۶۰۲ھ نے چھٹی صدی ہجری کے آخر میں منیر و بہار پر قبضہ کیا۔ اس وقت اس صوبہ پر بودھ مت کی حکومت تھی اور شہر بہار ان کے علماو فضلا کی درسگاہ اور زاہدوں اور عابدوں کی خانقاہ تھی"۔
>
> چوں مرد شجاع و دلیر بود بطرف زمین منیر و بہار می دوانید..."

اس کے بعد فرماتے ہیں :

> "اس زمانہ میں منیر و بہار صوبہ کے مرکزی شہر تھے اور یہی وہ مقام ہیں جن کو اس صوبہ کے روحانی بادشاہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وجود سے شرف بخشا"۔

بختیار خلجی کے ورود بہار سے بہت قبل منیر مسلمانوں کے زیر حکومت آچکا تھا۔ اور

---

(۱) تاریخ فرشتہ اردو جلد اول، ص ۱۴

(۲) تاریخ فرشتہ جلد دوم اردو، ص ۳۷۵

یہاں کے بزرگوں نے دینی بادشاہت کے ساتھ ساتھ دنیاوی حکومت بھی عرصہ تک کی۔

صوبہ بہار میں منیر پہلی جگہ ہے جہاں سے اسلام کا نشو و نما ہوا اور حضرت مخدومؒ اور آپ ہی کے خاندان کے ممتاز افراد نے اپنی روحانی ضیا سے چپہ چپہ کو منور کر دیا۔ یہاں کے اکثر و بیشتر بزرگ صوبہ بہار اور ملک کے مختلف مقامات میں اشاعت اسلام کے لیے گئے اور وہیں کے ہو رہے۔ جابجا ان کے مزارات ابھی تک موجود ہیں۔

یہاں کے لوگوں نے دوسروں کو بھی یہاں آنے کی دعوت دی اور انھیں اپنا بنالیا۔ ہندوستان و بیرون ہند کے اکثر بزرگ یہاں کی شہرت سن کر آئے جو آج تک یہاں کی خاک میں آسودہ ہیں۔ مختلف خانوادے کے بزرگوں اور شاہزادوں کے مزارات یہاں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ العارفین قطب الاقطاب
سلطان المخدوم سیدنا شاہ یحییٰ منیری سہروردی قدس سرہٗ

آپ حضرت مخدوم امام محمد تاج فقیہ ہاشمی قدس خلیلی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت مخدوم سیدنا شاہ اسرائیل منیری نور اللہ مرقدہٗ کے صاحبزادے ہیں۔

نسب نامہ

حضرت سلطان المخدوم شاہ یحییٰ منیریؒ ابن حضرت مخدوم سیدنا شاہ اسرائیل منیریؒ ابن حضرت سیدنا امام محمد تاج فقیہ ہاشمی ابن مولانا ابو بکر ابن مولانا ابوالفتح ابن مولانا ابوالقاسم ابن ابوالصائم ابن ابودہر ابن ابواللیث ابن ابوسرمہ (ابوسہمہ) ابن ابودین ابن ابو مسعود ابن ابوذر ابن زبیر ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف۔

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ۵۷۲ھ میں بیت المقدس کے قصبہ قدس خلیل الرحمٰن میں ہوئی۔ اور چار سال کی عمر میں ۵۷۶ھ میں اپنے جدامجدؒ کے ساتھ منیر شریف آئے۔

تحصیل علم

منیر شریف کے مشہور بزرگ حضرت مخدوم (۱) سیدنا شاہ رکن الدین مرغیلانی منیریؒ سے علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی۔

---

(۱) مرآۃ الکونین

بیعت

حضرت شیخ الشیوخ(۱) شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ علیہ سے دولت بیعت حاصل کی(۲)۔ اور پیر و مرشد ہی سے علوم باطنی کی تکمیل بھی ہوئی۔ اور اجازت نامہ بھی عنایت ہوا۔

آپ کے چشمۂ فیض سے ایک عالم سیراب ہوا۔ اور آپ کی بزرگی کا شہرہ تمام ہندوستان میں خوب ہوا۔ ہندوستان کی محترم ہستیاں بھی آپ کی خدمت میں آتی گئیں۔ آج بھی آپ کا روحانی فیض عام ہے اور آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔ آپ اور حضرت سعدی شیرازی(۳)، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ؒ(۴)، حضرت خواجہ احمد دمشقی اور حضرت مخدوم سیدنا شاہ شہاب الدین پیر جگجوت(۵) کچی درگاہ پٹنہ پیر بھائی ہیں۔

---

(۱) حضرت شیخ کو صحبت حضرت غوث الثقلین جیلانی ؒ سے بھی تھی اور خرقہ خلعت آپ سے بھی پایا تھا۔ اور مرید و خلیفہ حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی المتوفی ۵۶۳ھ کے تھے۔ حضرت غوث الثقلین کے وصال کے بعد آپ کا بڑا رشد ہوا۔ سیکڑوں ولی اللہ آپ کی خانقاہ سے نکلے جن میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی حضرت مخدوم شاہ یحیٰ منیری ؒ، مخدوم نظام الدین غزنوی، شیخ شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادی، حضرت خواجہ احمد دمشقی، حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی وغیرہ آپ کے مریدان کامل سے تھے۔ (تذکرۃالکرام) یکم محرم ۶۳۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

(۲) مرآۃالکونین، ص ۳۲۸۔

(۳) المتوفی ۶۹۰ھ۔ (۴) وفات ۶۶۶ھ

(۵) آپ کا وطن کاشغر تھا اور صاحب سلطنت تھے۔ محبت خدا میں ترک شاہی کر کے حضرت شیخ الشیوخ کے مرید ہوئے اور ریاضت و مجاہدہ میں حد کمال کو پہنچے، ولایت صوبہ بہار پر فائز کیے گئے اور ازی صوبہ کے مشہور شہر پٹنہ میں طرح اقامت ڈالی۔ آپ کی خانقاہ عرصہ تک رشد و ہدایت کا سرچشمہ بنی رہی اور آج بھی آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ خاندان سیادت کے آپ ایک محترم بزرگ ہیں۔ آپ کے گھرانے میں اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی خوبیاں حد کمال تک عطا فرمائی تھیں۔ آپ کی چار صاحبزادیاں ہوئیں جو اپنے اپنے وقت کی رابعہ بصریہ تھیں۔ بڑی صاحبزادی کی شادی حضرت سلطان المخدوم شاہ یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ آپ ہی کی ذات بابرکات سے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

آپ کو حضرت مخدوم شاہ تقی الدین (۱) عربی مہسوی حافظ مادر زاد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ارادت تھی۔ آپ اکثر مہسو ضلع دیناج پور بنگال تشریف لے جاتے تھے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ جیسی ممتاز ہستی عالم وجود میں آئی۔ آپ کے خاندان میں ایک وقت میں چودہ قطب تھے جو اپنے اپنے دور میں یگانۂ روزگار ہوئے۔ آپ کے ایک نواسے حضرت مخدوم سلطان سید احمد چرمپوش کا مزار مبارک محلہ امبیر بہار شریف میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ ہی کی منجھلی صاحبزادی حضرت بی بی کمال قصبہ کاکو ضلع گیا میں مدفون ہیں۔ اسی طرح آپ کے خاندان کے مختلف بزرگان صوبہ بہار میں جابجا آسودہ ہیں۔ آپ کا وصال ذی قعدہ کی اکیس تاریخ کو ہوا اور مزار پُر انوار پٹنہ کے مشرقی حصہ میں لب دریا ایک پُر فضا بلند چبوترہ پر ہے۔ آپ کے پہلو میں آپ کی اہلیہ محترمہ کا مزار ہے۔ آپ کے نام کے ساتھ پیر جگجوت بھی ہے۔ یہ لقب آپ کے پیر و مرشد کا عطا کردہ ہے۔ آپ کا مزار اور چبوترہ چونکہ خام ہے اسی مناسبت سے کچی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ **ذلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم**"

(۱) آپ کا مزار مبارک ضلع دیناج پور بنگال کے قریہ مہسو میں ہے۔ آپ عرب کے رہنے والے اور مقتدر خاندان کی یادگار ہیں۔ حضرت خواجہ دمشقی مرید و خلیفہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مرید اور صاحب سلسلہ ہیں۔ طریقہ سہروردیہ کے اکابر مشائخ میں آپ کا شمار ہے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت مخدوم سلیمان مہسوی مشہور ہیں۔ جن کے مرید حضرت غریب اللہ حسین دھوکڑ پوش (آپ کے نام کی ایک بستی دھوکڑ پوش منیر کے متصل ابھی تک آباد ہے وہاں آپ کا چلہ بھی ہے) جیسے بزرگ ہوئے۔ آپ ہی کے مرید و خلیفہ حضرت مخدوم ضیاء الدین صوفی سہروردی چنڈھوسی ابن مخدوم برہان الدین صوفی ہانسوی (المتوفی ۲۶ر محرم) ابن حضرت مخدوم قطب الدین جمال ہانسوی مرید و خلیفہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ جیسے یگانہ روزگار ہوئے۔ آپ کی ذات گرامی نے خطۂ بنگال میں اسلام کی اشاعت کی اور سر زمین مہسو شمع ایمان سے منور ہوئی۔ آپ کی عظیم الشان خانقاہ کے نشانات اب تک پائے جاتے ہیں۔ خانقاہ کے سامنے ایک وسیع مسجد اسی زمانہ کی تعمیر شدہ ہے۔ اس کے متصل آپ کا حجرۂ مبارک ہے۔ اس کے بغل میں ایک شکستہ احاطہ میں آپ کا مزار پُر انوار ہے۔ اسی احاطہ میں ایک کنواں ہے جس کا پانی لاعلاج مریضوں کے لیے آب حیات ہے۔ زائرین دور دراز سے آتے ہیں اور شفایاب ہوتے ہیں۔ آپ کے مزار شریف پر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شادی

آپ کی شادی پٹنہ کے نیر اعظم بزرگ حضرت مخدوم سیدنا شاہ شہاب الدین پیر جگجوت کچی درگاہ پٹنہ کے بڑی صاحبزادی سے ہوئی۔

اولاد

حضرت سلطان المخدوم کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔

(۱) حضرت مخدوم سیدنا شاہ جلیل الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ آپ اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد سجادہ پر رونق افروز ہوئے۔ اور عرصہ تک آپ سے سلسلہ رشد وارشاد جاری رہا۔ آپ کا مزار مبارک حضرت سلطان المخدوم کے زیر پائیں منیر شریف میں ہے۔

(۲) حضرت مخدوم جہاں سلطان المحققین مخدوم شاہ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ (۱)۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) بے انتہا سادگی ہے۔ آپ کا سلسلہ سہروردیہ منیر شریف کی خانقاہ میں بھی ہے۔ حقیر نے آپ کے مزار شریف کی حاضری کی سعادت حاصل کی ہے۔

(۱) حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ ۲۶/ شعبان ۶۶۱ھ میں بمقام منیر شریف تولد ہوئے۔ آپ کا مادہ سال ولادت شرف آگیں ۶۶۱ھ ہے۔ آپ کی تعلیمی بساط آپ کے والد ماجد کے سامنے بچھ چکی تھی۔ جب آپ سات سال کے ہوئے تو مولانا شرف الدین توامہ بخاریؒ مصنف "نام حق" دہلی سے سنار گاؤں جاتے ہوئے ۶۶۸ھ میں حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کو منیر شریف آئے اور چند روز قیام پذیر رہ کر آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ جب آپ جانے لگے تو حضرت مخدوم جہاںؒ نے اپنے والد ماجد سے مولانا ممدوح کے ساتھ تعلیم کی غرض سے جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دے دی اور ساتھ ہو گئے۔ ۲۹ برس کی عمر میں تمام علوم و فنون کی تکمیل مولانا سے کی۔ دوران تعلیم میں مولانا نے آپ کی شادی اپنی صاحبزادی سے کر دی۔ جن کا مزار منیر شریف میں ہے۔ مولانا کا مزار مبارک قریہ سنار گاؤں متصل ڈھاکہ ہے۔ حضرت مخدوم سنار گاؤں ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد کا وصال ۶۹۰ھ میں ہو گیا۔ آپ منیر تشریف لے آئے اب پیر کی تلاش ہوئی۔ درد طلب نے آپ کو بے قرار کیا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) سیدنا مخدوم شاہ خلیل الدین احمد فردوسی منیری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ مرید و خلیفہ مخدوم جہاں شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ اور بہار شریف میں اپنے برادر بزرگ اور محترم پیر کے زیرپائیں آسودہ ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ اشرف منیریؒ بن مخدوم شاہ خلیل الدین منیریؒ کی

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) حضرت محبوب الٰہی کا شہرہ سن کر دہلی روانہ ہوئے۔ چونکہ قسمت وہاں نہ تھی اس لیے اور مختلف سلسلہ کے بزرگان کی ملاقات کرتے ہوئے حضرت مخدوم نجیب الدین فردوسیؒ (آپ مرید شیخ رُکن الدین فردوسیؒ کے ہیں، آپ کی قبر حوض شمسی کے جانب مشرق صفہ عالی پر مولانا برہان الدین بلخیؒ کی قبر کے نزدیک ہے۔ اخبار الاخیار) کی بارگاہ میں پہنچ کر دولت بیعت حاصل کی۔ پیر و مرشد نے خلافت نامہ اور وصیت نامہ عطا فرمایا۔ اس کے بعد منیر شریف مراجعت کرتے ہوئے راہ میں بہیا ضلع آرہ کے جنگل میں بارہ سال تک یادِ الٰہی میں مشغول رہے۔ آپ کو محویت اس درجہ رہی کہ بوئے طعام سے قوت شامہ تک مزانہ لے سکی۔ بارہ سال کے بعد وہاں سے اپنے وطن منیر ہوتے ہوئے راجگیر کی راہ لی۔ پہاڑ کے اندر ایک مدت تک یادِ خدا میں مشغول رہے۔ عرصہ کی ریاضت و مجاہدہ کے بعد مسند بہار پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور اس سرزمین کو پُر بہار بنایا۔ بہیا اور راجگیر کے علاوہ آپ کے چلے مختلف مقامات پر ہیں جن میں ببرا اور مخدوم پور متصل منیر شریف سردوہ متصل کوئیلور ضلع آرہ، شرف الدین پور متصل منیر شریف، سائیں ہرلا، سدیسو پور ریلوے اسٹیشن کے چلے مشہور ہیں، (سدیسو پور میں ایک چلہ حضرت بابا فرید گنج شکر کے نام سے موسوم ہے ممکن ہے حضرت یہاں فروکش ہوئے ہوں)۔ اس مصباح منیر کی ضیا نے باون سال تک رُشد و ہدایت، درس و تدریس، تالیف و تصنیف سے ایک عالم کی رہبری کی۔ آپ کے شروح و حواشی عربی کی کتابوں میں عرب و شام میں موجود ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد سترہ سو تک اور کتابوں میں مسطور ہے۔ مگر اس دیار میں آج بھی ۳۵ نسخے موجود ہیں۔ آداب المریدین مصنفہ حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کی فارسی میں آپ کی شرح مشہور ہے۔ مکتوبات میں مکتوبات سہ صدی اور مکتوبات جوابی اور ملفوظات میں معدن المعانی و خوان پُر نعمت بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ فوائد رکنی، لطائف المعانی، مخ المعانی، رسالہ اجوبہ، مونس المریدین، ارشاد السالکین، ارشاد الطالبین، عقائد شرفی، فتوح الاوراد، رسالہ در طلب طالبان آپ کے ملفوظات اور تصنیفات میں سے ہیں۔ آپ کا وصال پانچویں شوال ۷۸۲ھ میں بہار شریف میں ہوا اور مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ مادہ وصال (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شادی حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد منیریؒ کی صاحبزادی بی بی فاطمہ سے ہوئی جن سے صاحبان منیر کا سلسلۂ نسب ملتا ہے(۱)۔ حضرت مخدوم جہاںؒ کی دوسری صاحبزادی حضرت بی بی زہرہ کی شادی حضرت شاہ قمر الدینؒ بن مولانا میر شمس الدین مازندرانی سے ہوئی۔ آپ حضرت مخدوم یحییٰ منیری کے خویش ہیں۔ دونوں صاحبزادیوں کے مزارات بڑی درگاہ منیر شریف میں ہیں۔

(۴) حضرت مخدوم شاہ حبیب الدین احمد منیریؒ۔ آپ کا مزار مبارک مخدوم نگر سکڈہ ضلع بردوان میں ہے۔اور آپ کے متصل پورب جانب حضرت مخدوم ذکی الدین رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد منیری کا مزار ہے۔

(۵) آپ کی صاحبزادی کی شادی حضرت مخدوم مولانا میر شمس الدین مازندرانیؒ سے ہوئی۔ آپ مازندران کے رہنے والے اور اعلیٰ خاندان کے ایک فرد ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام تاج فقیہؒ کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ آپ کے علم کا شہرہ بہت ہوا، دور دور سے تشنگان علم آپ کی خدمت میں آئے اور چشمہ فیض سے سیر اب ہوئے۔ علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی میں بھی درجہ خاص رکھتے تھے، آپ کا اور آپ کی اہلیہ کا مزار مبارک بڑی درگاہ میں ہے۔

حضرت سلطان المخدومؒ خلیفۃ الحاکم بامر اللہ کے معاصر ہیں جو ۶۶۳ھ میں تھا۔ اور اس وقت ہندوستان میں سلطان ناصر الدین بن سلطان شمس الدین التمش کا زمانہ تھا۔ جنھوں نے ۶۴۴ھ میں ہندوستان میں جلوس کیا۔ سلاطین ہند کے اکثر حکمراں آپ کے مزار مبارک کی زیارت کو آیا کیے ہیں اور مختلف اوقات میں تحائف ونذورات آپ کے آستانہ عالیہ پر پیش کرتے گئے جن کا پتہ ان فرامین سے چلتا ہے جو خانقاہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) پُرشرف ۷۸۲ھ ہے۔ آپ کا تولد خانہ منیر شریف میں اب تک قائم ہے۔اور خاندان کے کل بزرگان منیر شریف میں آسودہ ہیں۔ آپ کے مزار کے قریب آپ کی والدہ ماجدہ اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مخدوم شاہ خلیل الدین احمد منیریؒ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کا تذکرہ اکثر کتابوں میں ہے اس لیے ہم نے مختصر طور پر لکھا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ آپ کی مکمل سوانح حیات لکھوں گا"

(۱) انوار ولایت ص۱۲۶، مصنفہ حضرت سید شاہ عبد القادر ابو العلائی اسلامپوریؒ"

سلطان ظہیر الدین شاہ بابر

جناب نواب (۱) صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیر وانی اپنی کتاب "تذکرۂ بابر" میں فرماتے ہیں کہ :

"اثنائے راہ میں لشکر کنارے کنارے گنگا کے کوچ کر رہا تھا اور بادشاہ خود دریا کا لطف اٹھاتا کشتی میں آتا۔ ایک روز دور سے کچھ درخت نظر آئے۔ بادشاہ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ منیر ہے۔ بادشاہ کو حضرت مخدوم شیخ یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا شوق ہوا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر منیر گیا اور فاتحہ پڑھ کر ادھر اُدھر سیر کرتا ہوا اردوئے شاہی سے آملا۔ حساب کیا گیا تو تیس کوس گھوڑے پر اس روز سوار ہوا تھا"۔

سلطان محمود تغلق

سلطان محمود تغلق بھی زیارت کی غرض سے یہاں آئے ہیں اور ان کے حکم سے خزانہ شاہی سے خانقاہ کی عالی شان مسجد ۸۹۸ھ میں حماد خطیر بوزبیرؒ کے اہتمام سے دوبارہ تعمیر ہوئی۔

سلطان شاہ عالم بھی یہاں آئے ہیں۔ ان کی نذر کی ہوئی کئی یادگاریں اب تک محفوظ ہیں۔

تان سین

حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری شطاریؒ کے مرید اور ہندوستان کے مشہور ماہر موسیقی تان سین آپ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے آئے اور مزار اقدس کے سامنے

---

(۱) جناب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیر وانی بھیکن پور ضلع علی گڑھ کے مشہور و معروف رئیسوں میں ہیں اور ہندوستان کے مایۂ ناز اہل علم ہیں۔ ندوۃ العلما لکھنؤ اور مسلم یونیورسٹی جیسی درسگاہ آپ کی مرہونِ احسان ہے۔ آپ کی ہستی تعارف کی محتاج نہیں۔ ۱۹۳۸ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں پٹنہ آئے تھے وہاں سے علامہ سید سلیمان ندوی کے ساتھ خانقاہ منیر شریف میں آئے۔ یہاں کے تبرکات کی زیارت کے بعد پھر پٹنہ تشریف لے گئے۔ ۱۲

بیٹھ کر گانے لگے۔ دل میں خیال آیا کہ اگر کوئی گانے میں ہمارا ساتھ دیتے تو اچھا تھا۔ ملک العلما، حضرت مخدوم شاہ بڑن فردوسی منیریؒ (شیر شاہ ثوری کے پیر و مرشد) بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ کو ان کے دل کا حال معلوم ہوا۔ اس وقت آپ حالت ذوق میں تھے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر گانے لگے۔ بلا فرق معلوم ہوتا تھا کہ دو تان سین گا رہے ہیں۔ تان سین بہت متعجب ہوئے اور اختتام کے بعد ملک العلما سے پوچھا کہ آپ نے یہ علم کس سے سیکھا ہے؟ فرمایا کہ میں فقیر زادہ ہوں گانا نہیں جانتا جو تم کہتے تھے وہی میں بھی کہتا تھا(۱)۔

تصانیف

حضرت سلطان المخدومؒ کی تصانیف کا تذکرہ کسی کتاب میں نہیں ملا۔ صرف آپ کے ایک مکتوب کا ذکر ہے، مگر بد قسمتی سے وہ بھی نہیں ملتا۔ مولوی حکیم سید احمد صاحب قصبہ زمانیہ کے رہنے والے اور حضرت شمس الدینؒ مرید خاص حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں، موصوف کے پاس ایک کتاب "معراج نامہ" میں نے دیکھی ہے جو حضرت سلطان المخدوم شاہ یحییٰ منیریؒ کی طرف منسوب ہے۔ اور اسی زمانہ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب میں معراج کے واقعات کو ہندی بھاشا زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ اس کی زبان وہی ہے جو عموماً ساتویں صدی کے بزرگوں کی تھی۔ لہٰذا بعید از قیاس نہیں کہ حضرت ہی کی تصنیف ہو۔

اس کے علاوہ جا بجا بیماریوں کے لیے نثر میں منتر اور نظم میں نسخے پائے جاتے ہیں۔ اگر چہ ان میں ہندی بھاشا بہت ہے، مگر جہاں اردو ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی بلکہ اس سے قبل صوبہ بہار میں اردو عام طور پر بولی جاتی تھی۔ چند امثال بھی آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے آج تک زبان زد خاص و عام ہیں، مثلاً "بلاؤ بڑی بُوا کو کھیر میں نمک ملائیں" آپ کی اہلیہ محترمہ کا نام رضیہ تھا۔ چونکہ آپ اپنی چار بہنوں میں سب سے بڑی تھیں اس لیے بڑی بُوا کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ اتفاق سے آپ نے کھیر میں شکر کے بجائے نمک ملا دیا تھا، جب حضرت مخدومؒ کی خدمت میں یہ کھیر لائی گئی تو زبان نے نمکین ذائقہ لیا۔ اور کھیر زبان حال سے یہ شیریں جملہ بول اٹھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ جملہ سر تاپا اردو کا خوبصورت جامہ پہنے ہوئے ہے، اور آج سے سات سو برس قبل صوبہ بہار میں اس

---

(۱) وسیلۂ شرف ۱۲

خوشنما عمارت کی بنیاد پڑ چکی تھی، اسی طرح

"بی بی جیا ایک کا اٹھارہ کیا" یہ حضرت بی بی رضیہ سے چھوٹی بہن ہیں، آپ کا نام بی بی حبیبہ عرف بی بی جیا تھا۔ آپ کی شادی حضرت سید موسیٰ ہمدانی ؒ سے ہوئی تھی، آپ ہی کے صاحبزادے حضرت مخدوم سید احمد چرمپوش المتوفی ۲۶؍ صفر ہیں جن کا مزار مبارک محلہ انبیر بہار شریف میں ہے۔ جن کے متعلق زبان مبارک سے ایسا فصیح جملہ نکل کر مشہور ہو گیا۔ اسی طرح

"سارا اکا کو جل گیا بی کمال سوئی رہیں" چونکہ آپ کی اہلیہ کی منجھلی بہن حضرت بی بی کمال (۱) قصبہ کا کو ضلع گیا میں تھیں اور آتشزدگی سے ساری بستی خاکستر ہو گئی۔ جب حضرت مخدوم کو معلوم ہوا تو استعجاباً فرمایا — اسی طرح

"بھُس میں جنگی چھوڑ جمالو (۲) الگ رہیں" یہ بھی حضرت بی بی کمال کی چھوٹی بہن ہیں جن کے متعلق زبان دُربار سے یہ جملہ نکلا اور ملک میں مشہور ہو گیا۔

ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان کا چشمہ آپ کے زمانہ میں صوبہ بہار میں جاری ہو چکا تھا، اور آپ کی ذات گرامی اس صوبہ میں چونکہ ممتاز ہے اس لیے اس صوبہ کے اردو کی بسم اللہ آپ ہی سے ہوئی۔

آپ کی شمع ہدایت سے بے شمار لوگوں نے راہِ ہدایت پائی، آپ نے اپنی تمام عمر شریف یاد الٰہی اور خدمت خلق میں گذاری، دنیا طلبی اور جاہ و حشمت سے ہمیشہ کنارہ فرمایا، یہی سبب ہوا کہ سلطنت منیر کو ایک مجاہد کے سپرد کر کے خود گوشۂ عزلت اختیار کیا۔ بحمد اللہ آج بھی سادگی اس خاندان کے افراد کے لیے موجبِ امتیاز ہے۔ آپ کا نسب صوبہ کے صدہا

---

(۱) حضرت بی بی کمال کی شادی مخدوم شاہ سلیمان لنگر زمین ابن حضرت مخدوم شاہ عبدالعزیز منیری ابن حضرت امام محمد تاج فقیہ ؒ سے ہوئی۔ آپ کے ایک لڑکے مخدوم شاہ عطاء اللہ اور ایک صاحبزادی بی بی کمال ہوئیں۔ آپ کے صاحبزادے مخدوم شاہ حسین دھوکر مہو ضلع دیناج پور بنگال میں آسودہ ہیں۔ نور محمدی ص ۴۰، مصنفہ شاہ محمد نور صاحب مرحوم بہاری مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۲

(۲) بی بی جمال کی شادی مخدوم حمید الدین بن آدم صوفی ساکن جٹھلی پٹنہ سے ہوئی۔ آپ کا مزار جٹھلی میں پکی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے ایک لڑکے مخدوم یتیم اللہ سفید بار ہوئے۔ آپ کا مزار مقام بیجو بن مخدوم جہاں ؒ کی درگاہ سے دکھن ہے ۱۲ نور محمدی، ص ۴۰

جگہوں میں پہنچا، صوبہ بہار میں اسلام نے آپ کے در سے آپ کے گھر سے فروغ پایا، صوبہ بہار کے سادات کے جتنے قدیم خانوادے ہیں، سب کا ماخذ نسبی یا معنوی اسی منبع روحانی پر ختم ہوتا ہے۔

وصال شریف

آپ کا وصال ایک سو سترہ (۱۱۷) سال کی عمر میں روز پنجشنبہ ۱۱؍ شعبان المعظم وقت ظہر ۶۹۰ھ میں خانقاہ منیر شریف میں ہوا۔ مخدوم ۶۹۰ھ مادہ تاریخ وصال ہے۔ آپ کا مزار پُر انوار منیر شریف میں مرجع انام اور ہم بیکسوں کے لیے جائے پناہ ہے۔ آپ کا عرس شریف ۱۰؍۱۱؍۱۲؍ شعبان کو آپ کی خانقاہ عالم پناہ میں ہر سال بہت اہتمام سے ہوتا ہے۔

قطعات تاریخ وصال

خسروِ ملک ولایت تاجدارِ عارفاں
منبعِ سرِّ طریقت فیض بخش اندر جہاں
وارثِ علم نبی و قبلۂ اربابِ علم
سنت الفقر فخری از وجودش شد عیاں
گفت سالِ رحلتش از دل (۳۴) مرادؔ
شاہ یحییٰ قطب اقطاب زماں

۶۵۶
+ ۳۴
۶۹۰ھ

دیگر

زہے قطبے کہ از نورِ ولایت
منور از زمیں تا آسماں شد
بگفت ہاتف مرادؔ ایں سال رحلت
کہ "یحییٰ مشعل راہِ ہُدا بد"

۶۹۰ھ

شجرۂ نسب

حضرت قطب الاقطاب سلطان المخدوم سید ناشاہ یحییٰ سہروردی منیریؒ

حضرت قطب الاقطاب مخدوم شاہ اسرائیل منیری

حضرت حجت الاسلام مخدوم امام محمد تاج فقیہ ہاشمی قدس خلیلی

مولانا ابو بکر بن امام ابو الفتح بن ابو القاسم آثار کا کوص ۱۹ اور خاندانی نسب نامہ منیر شریف

ابو القاسم

ابو الصائم

ابو دہر

ابو اللیث

ابو سرمہ، ابو شہمہ بھی لکھا ہے۔ آثار کا کوص ۱۹

ابو دین

ابو مسعود

ابو ذر

زبیر

عبد المطلب

ہاشم

عبد مناف

شجرۂ بیعت

سن ولادت		سن وصال	مدفن
۵۷۲ھ	حضرت سلطان المخدوم سیدنا شاہ یحییٰ منیری سہروردیؒ	۱۱/ شعبان ۶۹۰ھ	منیر شریف
	حضرت شیخ الشیوخ ابو حفص شہاب الدین عمر سہروردی	یکم محرم ۶۳۲ھ	سہرورد
	حضرت خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب عبدالقاہر سہروردی	۱۳/ جمادی الآخر ۶۶۳ھ	بغداد
	حضرت قاضی وجہ الدین ابوحفص سہروردی	۲۷/ شعبان ۵۹۶ھ	سہرورد
	حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد بن المعروف عبداللہ المعروف بہ عمویہؒ	۶۰۳ھ	
	حضرت شیخ الاسلام خواجہ احمد سیاہ دینوری سہروردی	۲۷/ محرم ۳۶۷ھ	سمرقند
	حضرت شیخ الاسلام خواجہ ممشاد علو دینوری سہروردی	۱۴/ محرم ۲۹۹ھ	دینور
	حضرت شیخ الاسلام سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادیؒ	۲۷/ رجب ۲۹۷ھ	بغداد
	حضرت تاج المشائخ سیدنا شیخ سری سقطیؒ	۳/ رمضان ۲۰۵ھ	"
	حضرت شیخ الاسلام ابو محفوظ خواجہ اسد الدین معروف کرخیؒ	۲/ محرم ۲۰۰ھ	"

سن ولادت		سن وصال	مدفن
	حضرت شیخ الاسلام ابو سلیمان داؤد بن نصر طائی	۲۸؍ربیع الاول ۱۶۵ھ	بغداد
	حضرت ملک المشائخ سیدنا خواجہ حبیب عجمیؒ	۹؍رمضان ۱۵۶ھ	بصرہ
	حضرت شیخ الاسلام سیدنا خواجہ حسن بصریؒ	۵؍رجب ۱۱۰ھ	”
۱۳؍رجب	حضرت امام المشارق و المغارب امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ	۱۹؍رمضان	
عام الفیل	حضرت سرور کائنات فخر موجودات سید الکونین سلطان دارین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲؍ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ طیبہ

بڑی درگاہ

یہ وہی مقام ہے جہاں صوبہ کے نیر اعظم بزرگ حضرت سلطان المخدوم سیدنا شاہ یحییٰ منیری قدس سرہٗ کا مزار مبارک ہے۔

منیر شریف کے اور مقدس مقامات میں خصوصیت سے متبرک ہے۔ یہ تالاب سے متصل مرتفع ٹیلہ پر جانب مشرق واقع ہے۔ اس روضہ کا احاطہ وسیع ہے اور دیواروں کی حدبندی کی ہوئی ہے۔

اس میں دو بڑے دروازے ایک جانب مغرب ایک جانب شمال ہے۔ پچھم سمت ایک مسجد ہے جو پہلے تین عالیشان گنبدوں کی بنی ہوئی تھی۔ چند سال ہوئے موجودہ صاحب سجادہ کے اہتمام سے نئے طریقہ سے تعمیر ہوئی ہے۔ جس کے بیچ کا دروازہ اپنی اصلی حالت پر ہے۔ اس کے آگے ایک صحن ہے۔ اُتر جانب ایک سنگی دالان اور حجرہ ہے۔ صحن سے متصل حضرت مخدومؒ کے وضو کرنے کا چبوترہ ہے۔

بیچ احاطہ میں ایک چبوترہ پر حضرت ولی اعظم سلطان المخدوم حضرت شاہ یحییٰ منیری قدس سرہٗ کا مزار اقدس ہے۔ آپ کے قریب آپ کی والدہ ماجدہ اور والد محترم اور عم مکرم رحمۃ اللہ علیہما کے مزارات ہیں۔

ایک چھوٹے احاطہ میں ملک کے ممتاز بزرگ حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہم کی اہلیہ محترمہ اور دو صاحبزادیاں حضرت بی بی فاطمہؒ اور حضرت بی بی زہرہؒ مدفون ہیں۔

حضرت مخدومؒ کے زیر پائیں آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مخدوم سیدنا شاہ جلیل الدین احمد منیری فردوسی رحمۃ اللہ علیہ کا مرقد مبارک ہے۔ آپ کے دوسرے جانب حضرت شاہ ہدایت اللہ منیری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی اہلیہ اور آپ سے متصل حضرت مولانا

شمس الدین ماز ندرانیؒ خویش حضرت سلطان المخدومؒ آسودہ ہیں۔ مسجد کے صحن سے متصل حضرت مخدوم سیدنا شاہ اشرف فردوسی منیریؒ یعنی جد امجد حضرت مخدوم شاہ دیوان دولت منیریؒ اور آپ کی جدہ مکرمہ کا مزار اقدس ہے۔ حضرت شاہ ہدایت اللہ منیری کے پائیں میں کچھ دور پر حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الملک منیریؒ اور آپ کی اہلیہ مکرمہ آسودہ ہیں۔

مغربی دروازہ کے قریب تاج الدین کھانڈ گاہ کا مزار ہے۔ یہ سلطان محمود غزنوی کے خاندان کے ایک رکن ہیں۔

حضرت مخدوم کے خاندان کے بیشتر افراد اسی احاطہ میں مدفون ہیں۔ شمالی پھاٹک کے باہر ایک کھلی ہوئی مسجد ہے۔ جس کو شاہانِ دہلی کے کسی بادشاہ کے دو خواجہ سراؤں نے تعمیر کرائی تھی۔ اور حسب وصیت یہیں سپرد خاک بھی کیے گئے۔ مسجد سے متصل اسی زمانہ کے دو کمرے ہیں۔

اس سے کچھ دور ایک سنگی مجسمہ ہے جو عرف عام میں سنگ سادول کے نام سے موسوم ہے۔ یہ قدیم زمانہ کی یادگار ہے۔ اس احاطہ کے اِرد گرد صدہا پختہ مزارات اولیائے کرام اور شاہزادگان وغیرہ کے ہیں۔ اور جا بجا قناتی مسجدیں بھی ہیں۔ بڑی درگاہ کے احاطہ سائبان اور مسجد کو دوسری بار ابراہیم خاں کانگر صوبہ دار گجرات نے ۱۰۱۴ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ مسجد کا کتبہ کیا خوب ہے ؎

اے خوش آنکس کاندریں دارِ فنا
تخم احساں کاشت در کشتِ بقا

خاصہ کو کردہ بنائے مسجدے
بر طریق کعبۂ بیت الھدیٰ

ہم چنیں بر مرقدِ سلطانِ دیں
شیخ یحییٰ سر گروہِ اولیا

ساخت ابراہیم خاں کانگر ز دل
مسجد عالی بنا بہر خدا

بندۂ عاصی چو در تاریخ آں
جستجو بنمود و میزد دست و پا

ناگہاں در گوشِ ہوشِ او سروش
بہر این دارالامانِ دوسرا

گفت این مصراع از الہام غیب
کرد ابراہیم بیت اللہ بنا

۱۰۱۴ھ

قطعہ تاریخ کے ناظم حضرت امان اللہؒ المتخلص بہ عاصیؔ مرحوم ہیں جو لکھنؤ کے قریب قصبہ سندیلہ کے رہنے والے اور حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ مسجد کی سہ بارہ تعمیر حضرت سید شاہ محمد عنایت اللہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشیں درگاہ منیر شریف کے اہتمام سے ہوئی ہے۔ درگاہ کے مغربی دروازہ سے تالاب تک جانے کے لیے بہت کشادہ زینے بنے ہوئے ہیں۔

حضرت قطب الاقطاب مخدوم سیدنا
شاہ دیوان دولت منیری فردوسی قدس سرہٗ

نسب نامہ

حضرت مخدوم ابایزید المعروف دیوان شاہ دولت منیریؒ ابن حضرت مخدوم شاہ عبدالملک منیریؒ ابن حضرت مخدوم شاہ اشرف منیریؒ ابن حضرت مخدوم شاہ محمود منیریؒ ابن حضرت مخدوم شاہ سلطان منیریؒ ابن حضرت مخدوم شاہ حسام الدین جہان شہؒ ابن حضرت مخدوم شاہ اشرف منیریؒ ابن حضرت مخدوم قطب الاقطاب شاہ خلیل الدین احمد منیریؒ ابن حضرت حجۃ الاسلام سلطان المخدوم شاہ یحییٰ منیریؒ قدس سرہٗ

ولادت

آپ ۸۹۸ھ میں اپنے آبائی مکان میں بمقام منیر شریف تولد ہوئے۔

تحصیل علم

آپ کی ابتدائی تعلیم گھر ہی میں شروع ہوئی اور اپنے بزرگوں ہی سے اس کی تکمیل بھی ہوئی۔

آپ صغیر سن ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد نے اس سرائے فانی سے رحلت فرمائی۔ اس وقت حضرت سلطان المخدومؒ کے سجادہ آپ کے ماموں زاد بھائی حضرت مخدوم شاہ قطب موحد منیریؒ تھے۔ حضرت موحد کو اولاد نہ تھی اس لیے دُرّ یتیم کو بہت چاہنے لگے۔ حضرت مخدوم شروع ہی سے زہد و ورع کی طرف مائل تھے۔ اس لیے بہت جلد ترقی کے منازل طے کر لیے۔ ساتھ ساتھ خانقاہ کے واردین کی خدمت بھی آپ کے ذمہ تھی۔ اس سے جو وقت ملتا

یادِالٰہی میں صرف ہوتا۔ایک عرصہ تک یہی معمول رہا۔

آپ کی اس ترقی کو دیکھ کر آپ کے کچھ لوگ طعنہ زن ہوئے کہ یہاں کی نعمت و دولت انہی کے حصہ کی ہے۔ آپ کے طبع نازک پر یہ بات گراں گذری۔ وطن سے طلب پیر میں سفر اختیار کیا۔ اثنائے راہ میں پشت کی جانب سے ایک ہاتھ آپ کی پشت مبارک پر پڑا، اور آواز آئی "کہاں جاتے ہو؟" مڑ کر دیکھا تو حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد یحیٰ منیری ہیں، فرمایا کہ جاؤ قطب موحدؔ سے مرید ہو، آپ نے فرمایا مجھے ان سے عقیدت نہیں ہے، ہماری بیعت حضور لے لیں۔ حضرت مخدوم جہاںؒ نے آپ کی روحانی بیعت لے لی اور فرمایا کہ ظاہری بیعت حضرت موحدؔ سے کرلو۔

بیعت سجادگی

آپ حضرت موحدؔ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ یہاں حضرت موحدؔ بھی خانقاہ سے باہر آکر آپ کے لیے چشم براہ تھے۔ فرمایا "آؤ میری (۱) دولت" اس دن سے آپ کا لقب دولت ہوگیا۔اور اسی لقب سے مشہور عالم ہوئے۔ حضرت موحدؔ نے آپ کی بیعت لی اور اپنے سجادہ ارشاد پر بٹھلادیا۔اور خاندان کی نعمت ودولت صاحب دولت کے سپرد کردی۔

حضرت مخدومؒ کو اپنے خاندان کے علاوہ اور بزرگوں سے بھی متفرق سلسلہ کی اجازت تھی، جن میں حضرت میران سید ناصر فردوسی، حضرت شیخ محمد بڑے طیب زنجانی حضرت مخدوم شیخ جمال الدین حافظ منجھن جلال ناصحی سارنی قدس اللہ اسرارہم ہیں۔

حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (۲) نے بھی ایک رسالہ جس میں راہ تصوف کی چند باتیں اور نصیحت لکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا۔

---

(۱) گل بہشتی ص ۴۱ تا ۴۳ مصنفہ حضرت شاہ امین احمد صاحبؒ بہار شریف ۱۲

(۲) حضرت پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اصل آپ کا جونپور ہے، زمانہ طالب علمی میں جذب شوق الٰہی ہوا۔ حضرت عبداللہ سیاح لکھنؤ تشریف لائے ہوئے تھے، ان سے شرف بیعت حاصل کیا۔ شیخ نے لکھنؤ میں قیام کرنے کی اجازت دی۔ آپ نے دریائے گومتی کے کنارے اقامت اختیار کی جو کچھ فتوح ہوتے راہ خدا میں صرف کرتے۔ ذوق سماع بے حد تھا۔ تصوف میں آپ کی تصانیف بہت ہیں، آپ کا مزار مبارک دریائے گومتی کے کنارے مرتفع ٹیلہ پر ایک مقبرہ کے اندر واقع ہے۔ (مرآۃ الکونین)

مزار مبارک پر مجھے چند مہینہ قیام کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ فیوضات (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شادی

آپ کی شادی حضرت حاجی شاہ فرید کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ کی سات اولادیں عالم وجود میں آئیں۔ تین صاحبزادے (۱) حضرت مخدوم شاہ فرید الدین احمد عرف شاہ ماہر و منیریؒ (۲) حضرت شاہ محمد علیؒ (۳) حضرت شاہ منور شہیدؒ اور چار صاحبزادیاں ہوئیں۔

سجادہ مخدوم پر بیٹھنے کے بعد آپ کی ریاضت و مجاہدہ، کشف و کرامت اور بزرگی کا شہرہ دور دور تک ہونے لگا۔ آپ کی بارگاہ میں جو بھی آتا آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور فیضان صحبت سے مالا مال ہو جاتا۔ بڑے بڑے سلاطین اور اُمراء آپ کی خدمت میں آئے اور ہمیشہ کے لیے رہ گئے۔

حضرت سیدنا ابوالعلاء اکبر آبادیؒ (۱)

ہندوستان کے صاحب سلسلہ اور شہرہ آفاق بزرگ حضرت سیدنا امیر ابوالعلاء اکبر آبادیؒ آپ کی بزرگی کا شہرہ سن کر آپ کی خدمت اقدس میں آئے، شرف ملاقات حاصل کیا اور پہلا فیض آپ ہی سے لیا جس کی جلوہ گری نے ابوالعلائیت کا شہرہ بلند کر دیا(۲)۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) کا دریا آج بھی موجیں مار رہا ہے۔ آپ کا وصال ۱۳؍ جمادی الثانی ۱۰۸۳ھ میں ہوا۔ آپ کے مقبرہ کے احاطہ میں زمانہ شاہی کی ایک عالیشان مسجد بلندی پر ہے، مشہور ہے کہ شاہ بابر نے بنائی ہے واللہ اعلم۔ یہ مقام ٹیلہ شاہ پیر محمد صاحب کے نام سے بہت مشہور ہے ۱۲

(۱) اصل آپ کا وطن سمرقند ہے۔ آپ کے جد امجد اکبر بادشاہ کے عہد میں ہندوستان آئے پھر حج کو گئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کے والد نے فتح پور سیکری میں رحلت کی۔ اپنے چچا حضرت امیر عبداللہؒ سے جو آپ کے خسر بھی تھے بیعت حاصل کی۔ آپ کا رشد خوب ہوا۔ ہندوستان میں سلسلہ ابوالعلائیہ آپ سے جاری ہوا۔ نویں صفر ۱۰۶۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اور آپ کا مزار پُر انوار اکبر آباد میں مرجع خلائق ہے۔

(۲) گل بہشتی صفحہ ۹ مصنفہ حضرت شاہ امین احمد صاحب فردوسی بہاری، و تذکرۃ الکرام ص ۶۵۔

جناب شاہ محمد قاسم (۱) صاحب ابوالعلائی داناپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "نجات قاسم" میں حضرت سیدنا ابوالعلا اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے منیر شریف تشریف لانے کا ذکر اس طور پر فرماتے ہیں کہ :

"جب قصبہ منیر میں آپ کا لشکر پہنچا تو بعضے نے کہا کہ اس قصبہ میں ایک بزرگ حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ اولاد امجاد سے حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے عارف کامل شیخ وقت ہیں کہ ایک عالم ان کے فیضان صحبت سے فیضیاب ہوتا ہے، تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کو یہ سن کر حضرت مخدوم کی ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ چنانچہ آپ ان کی خانقاہ میں گئے۔ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ نے جیسے ہی آپ کو دیکھا باوجودیکہ آپ کے اسم مبارک سے واقف نہ تھے متبسم ہو کر فرمایا کہ "آؤ شاہ اعلیٰ" اور بعد معانقہ کے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور آپ کے اصرار سے حضرت سیدنا ابوالعلاء نے کئی دن منیر میں قیام کیا۔ آپ دونوں وقت حضرت مخدوم کے ساتھ خاصہ نوش فرماتے تھے، حضرت مخدوم صاحبؒ اپنے دست مبارک سے لقمہ آپ کے دہن میں دیتے تھے۔ حضرت سیدنا فرماتے ہیں کہ جتنے لقمے مخدومؒ کے ہاتھ سے میری حلق میں پہنچتے تھے وہ سب نعمت باطنی کے لقمے تھے اور گو کتنا ہی کھانا مخدوم صاحب کے ہاتھ سے کھاجاتا تھا مگر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی تک کچھ نہیں کھایا ہے، خواہش مخدوم کی یہ پائی جاتی تھی کہ میں انھیں کی خدمت میں رہ جاؤں اور میرا بھی ایسا ارادہ ہوا تھا، لیکن تقدیر نے اور طرف رہبری کی اور آپ سے رخصت ہو کر اکبر آباد کو روانہ ہوا"۔

(نجات قاسم ص ۱۴ و ۱۵)

---

(۱) جناب شاہ محمد قاسمؒ ابن شاہ تراب الحق دانشمند موڑویؒ آپ کو بیعت وارشاد حضرت خواجہ شاہ ابوالبرکاتؒ نیز تعلیم وارشاد و خلافت حضرت شاہ قمرالدین حسین قدس سرہٗ سے ہے۔ ۱۷ر شوال ۱۲۸۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار آپ کے حسب وصیت منیر شریف میں حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیری کی درگاہ شریف میں ہے۔

حضرت دیوان شاہ ارزاں عظیم آبادیؒ

پٹنہ کے مشہور بزرگ حضرت دیوان شاہ ارزاں قادری عظیم آبادیؒ حضرت مخدومؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت مخدوم نے فرمایا ''جہاں دولت ہے ارزاں کی ضرورت نہیں'' تم پٹنہ میں قیام کرو۔ انھوں نے کہا وہاں کے لوگ رہنے نہیں دیتے۔ مجھے اپنی خدمت میں رہنے دیجیے۔ حضرت نے فرمایا۔ میں کہتا ہوں جاؤ کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ چنانچہ وہ پٹنہ میں قیام پذیر ہوگئے۔

ہندوستان کے اکثر ملازمان بادشاہ حضرت ہی کے مرید تھے اور مرض الموت یا زندگی میں بہ امید نجات آئے اور یہیں سپرد خاک بھی ہوئے۔ دونوں درگاہ شریف کے چہار طرف پختہ مزارات، مقبرے قبروں کے متصل قناتی مسجدیں ابھی تک قائم ہیں۔ آپ اپنے وقت میں قطب یگانہ رہے۔ دور دراز سے لوگ آتے اور آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے۔ آج بھی آپ کا فیضان عام ہے اور آپ کی چوکھٹ بیماروں کے لیے دار الشفا ہے۔

عبدالرحیم خانخاناں

اکبر بادشاہ کے درباری عبدالرحیم خانخاناں حضرت ہی کے مرید تھے۔ مرید ہونے کے بعد جب دہلی جانے لگے تو حضرت نے خادم سے فرمایا کچھ ماحضر ہو تو لاؤ۔ دال اور خشکہ شبینہ موجود تھا، لایا گیا، خانخاناں اس کو کھا کر بہت خوش ہوئے اور عرض کیا کہ ہر روز کے اولش کا امیدوار ہوں، حضرت نے فرمایا فقیر کو دریغ نہیں، مگر دہلی کیسے پہنچ سکتا ہے۔ عرض کیا حضور سے عنایت ہو تو ہم نظم کرلیں گے۔ حضرت نے اجازت دی۔ اس کے بعد عبدالرحیم خانخاناں نے منیر سے دہلی تک اونٹ اور گھوڑوں کی ڈاک لگائی۔ اس طرح دونوں وقت کا اولش حضرت کی حیات تک ان کے دستر خوان تک پہنچتا رہا(۱)۔

حضرت کے زمانہ میں ایک جوگی آیا اور ایک پارس جس سے سونا بنتا ہے آپ کی نذر کیا۔ آپ نے اس کو تالاب میں پھینک دیا۔ جوگی برافروختہ ہو کر کہنے لگا میری ساری عمر کی کمائی کو ناقدری سے ضائع کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تالاب میں جا کر نکال لے، مگر اپنا ہی پتھر لینا دوسرا نہ چھونا۔ اُس نے غوطہ لگایا تو بہت سے سنگ پارس دیکھے، اپنا لے لیا(۲)۔

---

(۱) ذریعۂ دولت ۱۲ (۲) ایضاً

مرشد آباد کے حاکم جو حضرت ہی کے مرید تھے، انھوں نے ایک عرضداشت لکھی کہ سوالاکھ روپے نذر کے رکھے ہوئے ہیں، حضور کسی خادم کو بھیج دیں تاکہ وہ لے جائیں۔ حضرت نے اپنے خادم ملا اشرف کو بھیج دیا۔ وہ وہاں سے گاڑیوں پر روپے اور بہت سے تحائف لے کر روانہ ہوئے، کچھ چیزیں ان کو بھی ملی تھیں۔ راستہ میں پہلے اپنا سامان فقیروں کو تقسیم کر دیا اس کے بعد پیر کے سامان میں ہاتھ لگایا جب منیر پہنچے تو ایک جانماز کے سوا کچھ نہ تھا، وہ مصلیٰ حضور میں پیش کیا اور کیفیت بیان کی۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ تمھارا امتحان تھا، اگر تم ایک پشیز بھی لاتے تو میں خدمت سے الگ کر دیتا(۱)۔

وہ مصلیٰ اب تک موجود ہے۔

مرقع مخدوم

بمبئی کے مشہور ہفتہ وار انگریزی اخبار ''السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا'' مؤرخہ ۱۲ر ستمبر ۱۹۳۷ء کی اشاعت میں کارل کھانڈل والا صاحب نے ایک انگریز اے چیز بیٹی آف لندن کے مجموعہ مرقعجات میں سے ایک مرقع پر فنی تبصرہ کیا ہے۔ تبصرہ کے لیے جس مرقع کا انتخاب کیا ہے وہ حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کا ہے۔ چیز بیٹی کے مرقعجات میں سلاطین مغلیہ کی چھوٹی چھوٹی تصویریں ہیں۔ اور حضرت مخدوم کا مرقع فہرست مذکور کی جلد اول کا سرنامہ ہے۔ یہ مرقع جہاں گیر و شاہ جہاں کے مملوکہ مجموعہ کا ایک مرقع ہے، جس میں انیس مرقعے ہیں، یہ مرقع ایک وقت میں لارڈ منٹو جو ہندوستان کے نائب السلطنت تھے، ان کی مِلک رہ چکا ہے۔ بعدہٗ ۱۹۲۵ء میں لندن کے ایک مشہور نیلام کرنے والے کارخانے میں فروخت ہو گیا، کارل کھانڈل والا صاحب لکھتے ہیں کہ مخدوم شاہ دولت صاحب مشہور و معروف بزرگ ہیں اور شہنشاہ جہانگیر و شاہ جہاں نے آپ سے شرف ملاقات بھی حاصل کیا ہے۔

آپ نے شاہ اورنگ زیب عالمگیر کو شاہ جہاں کے بعد بادشاہ ہونے کی بشارت بھی دی تھی، یہ بشارت بالآخر بھائیوں سے جنگ کے بعد پوری ہو گئی۔

عہد جہانگیری کا مشہور مرقع نگار جس نے حضرت مخدوم کا مرقع بنایا ہے۔ اس کا نام ''بچتر'' تھا اور وابستگان شاہی میں سے تھا۔ اس نے مرقع میں ظاہر کیا ہے کہ آپ کے دست

---

(۱) گل بہشتی مصنفہ حضرت شاہ امین احمد صاحب فردوسی بہاری، ص ۴۳۔

مبارک میں کرۂ ارض کے مثل ایک مدوّر شے ہے جس میں حسب ذیل تحریر ہے :

"کلید فتح دو عالم بدست تست مسلّم"

کارل کھانڈل والا صاحب کا خیال ہے کہ یہ مرقع عہد مغلیہ کے مرقع نگاروں کا بہترین شاہکار ہے، اور بے تامل کہا جاسکتا ہے کہ باعتبار اپنے جزئیات فن و تشخص کے بے نظیر ہے۔ اور عہد جہانگیری کے بشن داس جیسے صناع جس کا ذکر خود جہانگیر نے اپنے توزک میں کیا ہے جو "تشبیہ کشی میں بے مثل تھا" اس پایہ کا کوئی مرقع تیار نہ کر سکا۔ کارل کھانڈل والا صاحب کہتے ہیں کہ "وہ مدوّر شے جو حضرت مخدومؒ کے ہاتھ میں ہے غالبًا اس کا مقصود اس عقیدت مندی کو ظاہر کرنا ہے جو خاندان شاہی کے مختلف افراد کو آپ سے تھی، جن کے آپ محترم پیر تھے اور جن پر آپ کی نظر شفقت رہا کرتی تھی"۔

حضرت مخدوم کی کوئی تصنیف نہیں ہے اور نہ کوئی مکتوب ہے، آپ نے حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات و مکتوبات سے استفادہ کیا، آپ حضرت مخدوم جہاںؒ میں محو تھے۔ باطنی تعلیم بھی آپ ہی سے ہوئی اور سلسلہ روحانیہ بھی جاری ہوا۔ آپ کے خرمن کمال سے ہزارہا بندگان خدا نے خوشہ چینی کی، اور اس شمع ہدایت سے سعادت کی راہ پائی۔

وصال شریف

ایک سو پچیس سال اس سرائے فانی میں گذار کر ۱۴ ذی قعدہ ۱۰۱۷ھ میں واصل بحق ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک منیر شریف میں مرجع خلائق ہے اور آپ کا مقبرہ چھوٹی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ۱۴ ذی قعدہ کو آستانہ مخدوم پر ہوتا ہے۔

قطعہ تاریخ وصال

قطب اقطاب زماں قدوۂ دیں — آنکہ از مہر و مہ انور بودہ
شاہ دولت کہ سوئے عالم قدس — چوں ز گیتی بہ سفر در بودہ
سال ہجرش ز خرد عاصی یافت — وارث حال پیمبر بودہ

۱۰۱۷ھ

شجرۂ بیعت

مولد		مدفن
منیر شریف	حضرت قدوۃ السالکین مخدوم دیوان شاہ دولت فردوسی منیریؒ	منیر شریف
" "	حضرت مخدوم شاہ عبدالملک فردوسی منیریؒ	" "
" "	حضرت مخدوم سیدنا شاہ محمود اشرف فردوسی منیریؒ	" "
" "	حضرت مخدوم سیدنا شاہ محمود فردوسی منیریؒ	" "
" "	حضرت مخدوم سیدنا شاہ سلطان فردوسی منیریؒ	" "
" "	حضرت مخدوم سیدنا شاہ حسام الدین جہانشہ منیریؒ	" "
" "	حضرت مخدوم سیدنا شاہ اشرف فردوسی منیریؒ	" "
" "	حضرت مخدوم سیدنا شاہ خلیل الدین احمد فردوسی منیریؒ	بہار شریف
قدس خلیل	حضرت سلطان المخدوم سیدنا شاہ یحییٰ سہروردی منیریؒ	منیر شریف
" "	حضرت مخدوم سیدنا شاہ محمد اسرائیل ہاشمی منیریؒ	" "
" "	حضرت حجۃ الاسلام مخدوم سیدنا امام محمد تاج فقیہ ہاشمیؒ	قدس خلیل

شجرۂ بیعت

	حضرت قطب الاقطاب مخدوم ابایزید المعروف شاہ دیوان دولت منیریؒ	۱۴/ ذیقعدہ ۱۰۱۷ھ	منیر شریف
	حضرت راس الموحدین مخدوم شاہ قطب موحد فردوسی منیریؒ		" "
	حضرت ملک العلماء مخدوم شاہ بڑن بن رکن الدین فردوسی منیریؒ		" "
	حضرت مخدوم سیدنا شیخ درویش بلخی فردوسی منیریؒ		منیر شریف
	حضرت مخدوم سیدنا شاہ محمد ابراہیم المعروف سلطان فردوسیؒ	۱۹/ رمضان ۹۱۴ھ	بہار شریف
۱۷/ رمضان ۸۲۶ھ	حضرت مخدوم شیخ الاسلام احمد بلخی فردوسیؒ	۱۹/ رمضان ۸۹۱ھ	" "
	حضرت مخدوم شیخ الاسلام شیخ حسن معز شمس بلخیؒ	۲۱/ شعبان ۸۵۵ھ	بہار شریف
ظفرآباد	حضرت ملک المشائخ مخدوم شیخ حسین نوشۂ توحید بلخیؒ	۲۴/ ذی الحجہ ۸۴۴ھ	" "
	حضرت مخدوم برہان الدین امام مظفر شمس بلخیؒ	۳/ رمضان ۷۸۸ھ	عدن
	حضرت سلطان المحققین قدوہ العارفین شرف العالمین مخدوم جہاں مخدوم الملک شاہ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیریؒ		

چھوٹی درگاہ

یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت سلطان المخدوم شاہ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ممتاز بزرگ حضرت قطب الاقطاب مخدوم ابایزید الملقب بہ شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں۔ یہ مقبرہ آپ کے مرید ابراہیم خاں کانکر صوبہ دار گجرات نے تعمیر کرایا ہے۔

تعمیر روضہ کا جب خیال ہوا تو حضرت سے آپ کی زندگی ہی میں اس کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے بزرگوں نے آسمان کا سایہ اختیار کیا ہے، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ انھوں نے کہا مجھے تعمیر کی اجازت دی جائے تاکہ میں بھی مرنے کے بعد اس میں دفن کیا جاؤں۔ اس طور پر اس عالیشان عمارت کی بنیاد پڑ گئی۔ ابراہیم خاں کانکر بہت غریب تھے، آنحضرت کی سفارش سے عبدالرحیم خانخاناں نے ان کو گجرات میں جگہ دی، ابراہیم خاں کانکر اپنی دلاوری اور حسن خدمت سے معزز ہو کر شاہی ملازمت تک بلند ہوئے اور توزک جہانگیری کی تحریر کے مطابق عہد جہانگیری میں دلاور خاں کے خطاب سے سرفراز کیے گئے اور تمام عمر کاٹھیاوار اور گجرات میں خدمت جلیلہ انجام دیتے رہے۔ گجرات ہی میں انھوں نے روضہ اور تالاب کا خاکہ تیار کیا، اور تنگر قلی خاں بدخشانی ماہر تعمیرات کو اس کا نقشہ اور لوازمہ ٹھیک کرنے پر معمور کیا، یہ عالیشان مقبرہ سر تاپا سنگ چنار کا بنا ہوا ہے۔ صوبہ کی اور عمارتوں میں یہ عالیشان اور بہت خوبصورت عمارت ہے۔ ۵۸ فٹ مربع اور دو فٹ اونچے چبوترہ پر واقع ہے۔ باہر کی چہار دیواری، ۲۰۵ فٹ لانبی اور ۲۵۲ فٹ چوڑی اور دس فٹ اونچی ہے۔ چاروں کونے پر بارہ پہل کی برجیاں ہیں، جنوب مشرق کی جانب جو برجی ہے اس کے دو تلے پر نہایت نفیس پتھر کی جالیاں ہیں، جس حصہ پر مقبرہ ہے وہ باہر سے ۳۴ فٹ ۸ انچ مربع ہے اور اس کے چاروں طرف ۱۱ فٹ ۸ انچ چوڑا برآمدہ ہے۔ برآمدہ کی چھت اعلیٰ قسم کی سنگ تراشی اور نقاشی کا نمونہ ہے۔ چھت میں جابجا آیات قرآنی بھی کندہ ہیں، اس سنگ تراشی

کا مقابلہ فتح پور سیکری کی بہترین سنگ تراشی اور نقاشی سے کیا جاسکتا ہے۔ اندر سے مقبرہ ۱۳ فٹ مربع ہے، اور ہر طرف چار بڑے ستون ہیں۔ ستونوں کے درمیان نہایت پتلی دیوار ہے۔ محراب کی جالیوں پر عربی خط میں اللہ کافی لکھا ہوا ہے۔ اور ستونوں کے برائکٹ پر پتھر کی سلّیاں رکھ کر اس کو ہشت پہل پھر دائرہ بنایا گیا ہے۔

مقبرہ کے اندر کی قبروں میں بیچ کی قبر حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ پائیں کی دو قبروں میں پورب کی قبر آپ کی اہلیہ محترمہ کی اور پچھم بانیٔ مقبرہ ابراہیم خاں کانکر کی ہے۔

ابراہیم خاں کا انتقال ۱۰۲۸ھ میں ہوا۔ اور حسب وصیت اندرون مقبرہ اپنے محترم پیر کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مقبرہ کے دروازے پر دو کتبے ہیں، ایک سے حضرت مخدوم کا سنہ وصال برآمد ہوتا ہے۔

قطب اقطاب زماں قدوۂ دیں
آنکہ از مہر و مہ انور بودہ

شاہ دولت کہ سوئے عالم قدس
چوں ز گیتی بہ سفر در بودہ

سال ہجرش ز خرد عاصیؔ یافت
وارث حال پیمبر بودہ

۱۰۱۷ھ

دوسرے کتبہ سے تکمیل روضہ کی تاریخ ظاہر ہوتی ہے۔

از بہر نثار ایں بنائے آباد
از دُرجِ دلم دو دُرّ تاریخ فتاد

اوّل بشمر "روضۂ احباب" دوم

۱۰۲۵ھ

مانند بہشت جاوداں ایمن باد

۱۰۲۵ھ

شمال اور مغرب کی طرف پتھر کے ستونوں پر کھلی ہوئی گلیریاں ہیں۔ پچھّم والی گلیری کے وسط میں ایک خوشنما لداؤ چھت کی شاندار مسجد ہے۔ اس میں ایک کتبہ ہے جس کی اول دوسطروں میں آیات قرآنی اور آخر سطر میں سنہ تعمیر ۱۰۲۸ھ کندہ ہے۔ قطعہ تاریخ ۔

چوں این عالی بنائے کعبہ تمثیل جہاں آرا
بفیض صانع قادر تمامی اقتضا کردہ

دل عاصی ہمی جست از خرد سال بنائے او
خرد گفتا چو ابراہیم بیت اللہ بنا کردہ

۱۰۲۸ھ

مسجد کے سامنے ایک چبوترہ پر حضرت مخدوم شاہ مبارک حسین عرف شاہ دھومن منیری رحمۃ اللہ علیہ ، آپ کے والد ماجدؒ آپ کے جد امجدؒ اور بھی خاندان کے بزرگوں کے مزارات ہیں۔ مقبرہ سے دکھن جانب ایک صفہ عالی پر آپ کے دو صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ فرید الدین احمد محمد ماہر و فردوسی منیریؒ و حضرت مخدوم شاہ محمد علیؒ اور آپ کے سجادگان حضرت شاہ قطب الدین احمد فردوسی منیریؒ، حضرت شاہ امجد حسین چشتی النظامی الفردوسی المنیریؒ، حضرت سید شاہ ابوالظفر فرید الدین احمد فردوسی منیریؒ، حضرت سید شاہ ابوالفرح فضل حسین قادری منیریؒ اور حضرت سید شاہ دولت علی محمد امان اللہ فردوسی منیریؒ اور بھی خاندان کے بہت سے حضرات آسودہ ہیں۔

مقبرہ کے پورب جانب حضرت شاہ اعظم علی عرف شاہ بھیکن فردوسی منیریؒ المتوفی ۱۲۰۷ھ ابن حضرت سید شاہ ابوالفرح شاہ لطف علی فردوسی منیریؒ، حضرت شاہ نظام الدین منیریؒ ۱۲۹۷ھ، حضرت سید شاہ خلیل الدین احمد جوش منیریؒ، حضرت شاہ اولاد علی زاہدی الفردوسی المنیریؒ المتوفی ۱۳۰۷ھ اور حضرت سید شاہ احتشام الدین حیدر المتخلص بہ مشرقی منیریؒ اور بہت سے لوگوں کے مزارات ہیں۔

مسجد کے دکھن جانب سائبان میں ایک زمین دوز کمرہ ہے جس میں جانے کے لیے زینے بنائے گئے ہیں۔ درگاہ سے تالاب کی طرف جانے کے لیے ایک سنگی دروازہ ہے۔ جنوب مغرب گوشہ پر ایک خوبصورت کمرہ اور جنوب مشرق گوشہ پر ایک ناغول ہے جس کی دیوار اعلیٰ

قسم کے پتھر کی جالدار بنائی گئی ہے۔ تالاب کی طرف دو ناغول ہیں، جو فضائیت کے اعتبار سے بہت خوب ہیں۔ مقبرہ سے شمال کی جانب عظیم الشان صدر پھاٹک ہے، جو ۵ فٹ ۹ انچ چوڑا ہے، طرز تعمیر مغلیہ ہے۔ پھاٹک کے دونوں طرف ہشت پہل خوبصورت برجیاں ہیں، جن پر جانے کے لیے زینے بنے ہوئے ہیں۔ دروازہ کے باہر ۳۰ فٹ لانبا اور ۱۲ فٹ چوڑا خوبصورت سنگی چبوترہ ہے۔ صدر پھاٹک پر تین کتبے ہیں جن میں دو عربی میں اور ایک فارسی میں ہے۔ کتبے :

(۱) ''بسم الله الرحمن الرحيم و سيق الذين اتقو ربهم الى الجنة زمرا حتى اذا جاؤها فتحت ابوابها و قال لهم خزنتها سلام عليكم طبتم فادخلوها خالدين''.

(۲) كُنتُ فِي فِكْرِ سَنِ هٰذا الْباب — كَانَ قَلْبِیْ بِحَوْلِهٖ سَكَنا
قَالَ عَقْلِیْ عَلٰى طَرِيقِ الْاَمْرِ — قُلْ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنا

۱۰۲۸ھ

(۳) چوں دریں روضۂ مقدس شاہ — روئے زینت نہادہ بر اتمام
سال تاریخ من از او جستم — خردم بہر ایں خجستہ مقام
بدعا لب کشودہ و گفتا — درِ دولت کشادہ باد دوام

۱۰۲۸ھ

تالاب کے چاروں طرف دو دو گومتیاں بنائی گئی تھیں۔ پچھم اور پورب کی گومتیاں ابھی قائم ہیں۔ اُتر کی گومتیاں بہت شکستہ ہو چکی ہیں۔ دکھن کی مسمار ہو گئی ہیں۔ تالاب میں جانے کے لیے چاروں طرف سے زینے بنائے ہیں اور اس کے دکھن بلندی پر گورنمنٹ کا پُر فضا ڈاک بنگلہ ہے۔

ذکر سجادگان حضرت مخدوم
حضرت شیخ الاسلام مخدوم شاہ فرید الدین محمد ماہر و فردوسی منیری قدس سرہٗ

حضرت شاہ ماہرو منیریؒ ابن حضرت قطب الاقطاب مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ

اللہ علیہ مرید و خلیفہ اپنے والد ماجد کے ہیں اور آپ کے وصال کے بعد سجادہ دولت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ چونکہ بہت خوبصورت تھے اس لیے ماہرو کا لقب آپ کے والد ماجدؒ نے عطا فرمایا تھا۔

حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور مرید و خلیفہ حضرت میران سید عباس گجراتی تھے جن کے متعلق حضرت مخدومؒ نے حضرت ماہروؒ سے فرمایا تھا کہ راہ تصوف میں اگر کوئی حاجت پیش آئے توان کی طرف رجوع کرنا۔ چنانچہ حضرت مخدومؒ کے وصال کے بعد حضرت ماہروؒ نے حضرت سید عباس گجراتی سے استفادہ کیا۔

آپ اپنے دور کے ولی کامل تھے، اور اپنے والد ماجدؒ کی روش پر ثابت قدم رہ کر حد کمال کو پہنچے، آپ کے کشف و کرامات کے واقعات بہت مشہور ہیں۔ ۱۵ سال تک زینت بخش سجادۂ دولت رہ کر پانچویں رمضان ۱۰۳۱ھ میں انتقال فرمایا اور احاطہ دولت میں مقبرہ کے سامنے چبوترہ پر والد ماجد کی پائتی میں مدفون ہوئے۔

قطعۂ تاریخ

شہ فرید الدین محمد ماہرو — دادہ جاں شد صاحب تزئیں بخلد
سال وصلش چشم دیدہ بعد نقل — گفت ہاتف "بدفرید الدیں بخلد"

۱۰۳۱ھ

حضرت مخدوم شاہ محمد علی فردوسی منیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم شاہ محمد علی فردوسی منیریؒ ابن حضرت قطب الاقطاب مخدوم شاہ دولت منیریؒ کو بیعت و خلافت اپنے پدر والا گہر سے ہے اور اجازت اپنے برادر معظم حضرت شاہ محمد ماہرو رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ہے۔ اپنے برادر گرامی کے وصال کے بعد مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے۔ عرصہ تک آپ کے رشد و ہدایت کا دریا موجیں مارتا رہا۔ آپ کی ایک صاحبزادی ہوئیں جن سے سلسلہ اولاد جاری ہوا۔ ۲۶/ربیع الاول کو آپ کا وصال ہوا، اور اپنے برادر محترم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حضرت مخدوم شاہ مبارک مصطفےٰ فردوسی منیریؒ قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شاہ مبارک بن مخدوم شاہ مصطفےٰ منیری بن حضرت مخدوم شاہ جلال منیری بن حضرت مخدوم شاہ عبدالملک فردوسی منیریؒ بن حضرت مخدوم شاہ اشرف فردوسی منیریؒ۔ آپ حضرت شاہ دولت منیریؒ کے نواسے اور آپ کے بھائی حضرت مخدوم شاہ جلال منیریؒ کے پوتے ہیں۔ آپ کی شادی خاندان ہی میں ہوئی۔ ایک صاحبزادی تولد ہوئیں جو بی بی بزرگ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ ان کی شادی حضرت شاہ عنایت اللہ منیری ابن حضرت شاہ اشرف منیریؒ سے ہوئی۔ کوئی اولاد عالم وجود میں نہ آئی۔ حضرت بی بی بزرگ کا مکان حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے تولد خانہ کے متصل ابھی تک شکستہ حالت میں قائم ہے۔

آپ مرید و خلیفہ حضرت مخدوم شاہ محمد علی فردوسی منیریؒ کے ہیں۔ حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ اور حضرت مخدوم شاہ فرید الدین احمد محمد ماہرو منیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کے لیے اجازت نامے لکھ کر رکھ دیا تھا۔ آپ کو حضرت سید شاہ نعمت اللہ الملقب بہ جمال الدین محمد ابن عطاء اللہ قادری فیروزپوریؒ سے بھی اجازت ہے۔ آپ سے سلسلہ کی اشاعت بہت ہوئی۔ اور اپنے وقت کے قطب یگانہ رہے۔ آپ کا وصال ۲۱ر ربیع الاول کو ہوا، اور چھوٹی درگاہ منیر شریف میں مزار پُر انوار ہے۔

حضرت تاج المشائخ مخدوم شاہ ہدایت اللہ فردوسی منیریؒ قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شاہ ہدایت اللہ منیری بن حضرت مخدوم شاہ اشرف محمود حافظ منیریؒ بن مخدوم شاہ محمد بن مخدوم شاہ جلال منیریؒ بن مخدوم شاہ عبدالملک فردوسی منیریؒ بن مخدوم شاہ اشرف فردوسی منیریؒ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ مرید و مجاز اپنے دادا کے چچازاد بھائی حضرت مخدوم شاہ مبارک بن حضرت مخدوم شاہ مصطفےٰ فردوسی منیریؒ کے ہیں۔ اور حضرت شاہ احمد منور بن مخدوم شاہ انور محمد بن مخدوم شاہ منور شہید بن حضرت مخدوم شاہ دولت فردوسی منیری سے بھی اجازت رکھتے ہیں۔

آپ سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے کہ سایہ پدری سر سے اُٹھ گیا۔ اور کوئی بزرگ ایسے نہ رہے جو آپ کی تعلیم کرتے۔ آپ کی والدہ نے فرمایا کہ تم دادا یعنی حضرت سلطان المخدوم سیدنا شاہ یحییٰ منیریؒ قدس سرہٗ کے روضہ مبارک پر جایا کرو، اور مزار شریف پر بیٹھا کرو۔ آپ نے اپنا یہی معمول کیا اور رفتہ رفتہ حضرتؒ کے فیضان روحی سے مستفیض ہونے لگے۔ کچھ دنوں بعد ایک دن مزار مبارک کے اندر ایک روشن چیز نمودار ہوئی اور آپ کی گود میں چلی آئی، آپ کو جمائی آئی اور وہ نور آپ کے قلب میں اُتر گیا۔ پھر تو ایسا جوش و خروش ہوا کہ عالم بے خودی میں گھر سے باہر نکل گئے۔ عرصہ تک آپ کا پتہ نہ ملا۔ کبھی نعرہ لگانے کی آواز ملتی، کبھی بہ نفس نفیس چلے آتے۔ پھر لاپتہ ہو جاتے۔ عرصہ تک یہی حال رہا۔ ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مخدومؒ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئیں اور گریہ وزاری میں مصروف ہوئیں۔ ایک دن یکایک آپ نعرہ لگاتے ہوئے حضرت مخدومؒ کی بارگاہ میں پہنچے اور ایک جمائی آئی اور وہ نور منہ سے نکل کر مزار شریف کے اندر چلا گیا۔ پھر عالم سکر سے عالم صحو میں آگئے۔ جب حضرت شاہ مبارک مصطفےٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ مراجعت فرمائے منیر ہوئے تو ان سے فیض صحبت حاصل رہا۔ اور ان کے وصال کے بعد مسند ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور آپ سے رشد و ہدایت خوب ہوا۔ آپ کا وصال نویں رجب ۱۱۲۸ھ میں ہوا۔ اور اس شمع ہدایت کو حضرت سلطان المخدوم کے زیر پائیں چبوترہ سے متصل دفن کیا گیا۔ مصرعہ تاریخ:

کشاد باب ہدایت میان اہل ارم

۱۱۲۸ھ

حضرت مخدوم شاہ محمد مبارک المعروف شاہ محمد مکی فردوسی منیری قدس سرہٗ

حضرت شاہ محمد مبارک مکی منیریؒ ابن حضرت مخدوم شاہ عنایت اللہ منیریؒ ابن حضرت مخدوم شاہ اشرف منیری ابن حضرت محمود حافظ منیریؒ۔ آپ مرید و خلیفہ اپنے عم

محترم حضرت مخدوم شاہ ہدایت اللہ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ آپ کے والدین حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت اسی ارض پاک میں ہوئی اس لیے آپ کا نام مبارک رکھا گیا اور عرف عام میں مکی کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ آپ کی شادی حضرت شاہ درگاہی منیری رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ تین صاحبزادے (۱) حضرت شاہ دولت علی محمد بنیاد منیریؒ (۲) حضرت شاہ محمد محمود منیریؒ (۳) حضرت شاہ علی احمد عرف شاہ بھیلو منیریؒ اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔

آپ کی تعلیم آپ کے عم مکرم سے ہوئی۔ فیضان صحبت سے بھی مستفیض ہوئے۔ اور آپ کے وصال کے بعد مسند ہدایت پر رونق افروز ہوئے۔ ریاضت و مجاہدہ میں حد کمال تک پہنچے۔ شریعت و طریقت میں آپ کا پایہ اچھا رہا۔ حب جاہ اور طمع دنیاوی سے الگ رہے۔ آپ کی شمع ہدایت نے ایک عالم کے قلوب کو منور کر دیا۔ اکیس برس تین روز مسند مخدوم پر جلوہ گر رہ کر ۱۲ر رجب ۱۱۵۹ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک چھوٹی درگاہ میں مسجد سے متصل چبوترہ پر واقع ہے۔ قطعہ تاریخ از حضرت صوفی منیریؒ۔

چوں شاہ مکیؒ گہر جاں پاک را — با حق سپرد صَیَّرَ مَثْوَاۃَ جَنَّۃَ
ماہ رجب دوازدہم چار شنبہ بود — تاریخ اوست اَدْخَلَہُ اللّٰہُ جَنَّۃَ

۱۱۵۹ھ

حضرت مخدوم شاہ لطف اللہ المعروف شاہ محمد منیریؒ قدس سرہٗ

آپ حضرت مخدوم شاہ محمد مکی منیری رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کی شادی حضرت شاہ غلام علیؒ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ کی ایک صاحبزادی ہوئیں جن کی شادی حضرت شاہ غلام حسن ابن شاہ محمد عرب چنڈھوسیؒ سے ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادے حضرت شاہ فریدالدین علی عرف شاہ دمڑیؒ اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔

آپ اپنے برادر بزرگ کے وصال کے بعد مسند آرائے حضرت مخدومؒ ہوئے۔

عرصہ تک آپ کا رشد وہدایت جاری رہا۔ آپ نے حضرت مخدوم کی روش پر اپنی زندگی گزاری۔ جب آپ کا وصال ہونے لگا تو مخدوم شاہ محمد بنیاد منیریؒ کو اپنا جانشیں کیا اور ۲۴ر صفر روز پنجشنبہ ۱۱۷۰ھ میں خلد بریں کی راہ لی۔ آپ کا مزار مبارک بڑی درگاہ شریف میں ہے۔

قطعہ تاریخ از حضرت صوفیؔ منیریؒ۔

چوں محمد منیریؒ حق جو — زیں جہاں شد بعالم عقبیٰ
کردم از حق دعا بر آمد سال — اِجْعَلِ الْجَنَّةَ لَهُ مَثْوًا

۱۱۷۰ھ

حضرت مخدوم سید شاہ دولت علی خواجہ محمد بنیاد فردوسی منیری قدس سرہٗ

حضرت شاہ دولت علی محمد بنیاد فردوسی منیریؒ ابن حضرت مخدوم شاہ محمد مکی منیریؒ کو بیعت وخلافت اپنے پدر مکرم سے ہے اور اپنے عم مکرم حضرت شاہ محمد منیریؒ اور حضرت شاہ غلام علی شطاری اور حضرت شاہ محمد شفیع شطاری سے بھی اجازت رکھتے ہیں۔ آپ کی ذات گرامی فقر وتصوف میں اپنی آپ مثال تھی۔ اپنے دور کے مسلم الثبوت مشایخوں میں تھے۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے چھوٹے بھائی حضرت شاہ ابوالفتح خواجہ علی احمد عرف شاہ بھیلو منیریؒ کو اجازت وخلافت دے کر اپنا جانشیں کر دیا تھا۔ ۲۶ سال تک سجادہ مخدوم کو اپنی ذات گرامی سے زینت بخشی اور ۲۶ر شعبان ۱۱۹۷ھ میں اس سرائے بے بنیاد سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ مزار مبارک چھوٹی درگاہ میں ہے۔

قطعہ تاریخ

شاہ بنیاد از جہانِ بے ثبات — بہر سیر عالمِ بالا گذشت
سالِ رحلت از خرد ممتاز جست — گفت ہاتف اور سیدہ در بہشت

۱۱۹۷ھ

حضرت شاہ ابوالفتح خواجہ اسید اللہ علی احمد عرف شاہ محمد بھیلو فردوسی منیریؒ قدس سرہٗ

اپنے برادر حضرت خواجہ شاہ محمد بنیاد منیریؒ کے وصال کے بعد سجادہ پر رونق افروز ہو کر اپنے چشمۂ فیض سے خلق خدا کو سیراب کیا۔ فقر و سادگی جو خاندان کی امتیازی شان تھی اسے اختیار فرمایا۔ پانچ سال تک اس عالم ناپائدار میں رہ کر ۱۲ر رجب ۱۲۰۱ھ میں جنت الفردوس کی راہ لی۔ آپ کا مزار مبارک چھوٹی درگاہ کے بڑے چبوترہ پر ہے۔

قطعہ تاریخ

شاہ بھیلو چو از او سادہ فقر — بہ حریم نعیم باز شتافت
از بزرگی اوست ایں کہ خرد — رضی اللہ عنہ سالش یافت

۱۲۰۱ھ

حضرت ملک المشائخ خواجہ سید شاہ محمد مبارک حسین عرف شاہ ڈھومن فردوسی منیریؒ قدس سرہٗ

حضرت شاہ مبارک حسین عرف شاہ ڈھومن فردوسی منیریؒ ابن حضرت شاہ محمود منیری کی ظاہری و باطنی تعلیم آپ کے عم بزرگوار حضرت شاہ علی احمد عرف شاہ بھیلو منیریؒ سے ہوئی۔ اور پیر و مرشد کے وصال کے بعد آپ کے سجادہ پر رونق افروز ہوئے۔ تقویٰ و پرہیز گاری میں بے عدیل تھے۔ آپ کا جود و ایثار حلم و تحمل مشہور ہے۔ توکل و رضا آپ کا شعار خصوصی تھا۔ فقر کی کوئی بات ظاہر نہ کرتے۔ علم ظاہری کے ساتھ باطنی اسرار سے باخبر تھے۔ حضرت شاہ محمد بنیاد منیریؒ کے فیض صحبت سے بھی مستفیض ہوئے۔ روز چہار شنبہ ۶ر ربیع الاول ۱۲۳۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ مزار مبارک چھوٹی درگاہ میں مسجد سے متصل چبوترہ پر حضرت شاہ بھیلو منیریؒ کے دائیں جانب ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے

حضرت خواجہ ابو ظفر سید شاہ قطب الدین احمد فردوسی منیریؒ آپ کے جانشیں ہوئے۔ مادہ تاریخ "موت العالم موت العالم"۔
۱۲۳۶ھ

قطعہ تاریخ

یکتائے زمانہ شاہ دھومن — از فضل و کمال او چہ پرسی
چوں کرد وفات سال نقلش — خورشید سلوک گفت کرسی

۱۲۳۶ھ

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ ابوالفرح قمرالدین حسین المعروف بہ شاہ لطف علی فردوسی منیریؒ المتخلص بہ کرسیؔ مرید و فیض گرفتہ اپنے برادر بزرگ کے ہیں۔ شریعت کے آفتاب اور طریقت میں کمال رکھتے تھے۔ آپ سے کشف و کرامات بہت صادر ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے ولی کامل تھے۔ روز دوشنبہ ۱۶؍ شوال ۱۲۵۶ھ میں اسّی سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اور برادر بزرگ کے قریب مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قطعہ تاریخ

مرد حق لطف علی صاحب کمال — زیں جہاں سوئے جناں شد آں ولی
گفت خورشید حزیں تاریخ آں — شد بہشت آباد از لطف علی

۱۲۵۶ھ

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت سید شاہ ابو ظفر قطب الدین احمد فردوسی منیری نور اللہ مرقدہ

آپ حضرت سید شاہ مبارک حسین عرف شاہ دھومن منیری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ پدر والا گہر کے وصال کے بعد زینت آرائے مسند مخدوم ہوئے۔ فقر وسلوک میں ممتاز رہے اور اپنے عہد کے باکمال عارف حقیقت اور آفتاب معرفت تھے۔

سادگی جو خاندان مخدوم سے ورثہ میں ملی تھی، آخر عمر تک اس کی نباہ کی۔ سفر و حضر، خلوت و جلوت آپ میں یکساں تھی۔ خوف الٰہی کا غلبہ آپ کو بہت رہتا، ہر وقت یہ رباعی ایک خاص کیفیت کے ساتھ پڑھتے رہتے تھے۔

تو بہ علم ازل مرا دیدی — دیدی آنگہ بہ عیب بہ خریدی
تو بہ علم آں و من بہ عیب ہماں — رد مکن آنچہ خود پسندیدی

ریاضت و مجاہدہ سے جو وقت ملتا مطالعہ یا نقل کتاب بزرگاں میں صرف ہوتا۔ اپنی تعظیم پسند نہ فرماتے۔ بچوں اور بوڑھوں سے ایک طرح سے ملتے، تمام عمر آپ کو کسی نے کھانا طلب کرتے ہوئے نہ دیکھا۔ متعلقان کو اذن عام تھا کہ جب تک سب لوگ نہ کھالیں آپ کا کھانا نہ آیا کرے۔ اکثر دو دو تین تین روز یونہی گذر جاتے۔

آپ کو بیعت اپنے عم مکرم حضرت سید شاہ لطف علی فردوسی منیری رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ تصوف کی اکثر کتابیں آپ ہی سے تمام کیں اور آپ کی ظاہری و باطنی تعلیم والد ماجد سے بھی ہوئی۔

آپ کو حضرت مخدوم سے روحانی فیض بھی حاصل تھا۔ عرصہ تک یہ معمول تھا کہ روزانہ صبح کی نماز بڑی درگاہ شریف میں ادا فرماتے تھے۔ آپ کی بزرگی کا شہرہ خوب ہوا۔ آپ کے کشف و کرامات بہت مشہور ہیں، جن میں ایک عجیب و غریب واقعہ یہ بھی ہے :

جناب میر کبیر حسین (۱) صاحب مرحوم، موضع پلاسی ضلع گیا کے رہنے والے حضرت ہی کے مرید تھے۔ حضرت کے وصال کے بعد کہیں سے پالکی پر آ رہے تھے، جب مقام جمنادر میان گیا و نکاری پُل کے پاس پہنچے تو پُل سے اُتر کہاروں نے پالکی رکھ دی اور کھانے کے لیے چلے گئے۔ اس درمیان میں میر صاحب پر غنودگی طاری ہوئی، جب بیدار ہوئے تو اپنے ہاتھ میں شجرہ دیکھا، کہاروں سے پوچھا کہ یہاں کوئی آئے تھے؟ معلوم ہوا کہ کوئی نہیں۔ وہاں سے منیر شریف آئے اور حضرت شاہ امجد حسین منیری رحمۃ اللہ علیہ سے کل حالات بیان کیے۔ اور یہاں شجرہ سے ملایا تو کوئی فرق نہ پایا۔ اپنے پیر و مرشد کے مزار پر گئے اور کہا کہ جو چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے دے دیا۔ میر صاحب موصوف کو بیعت کے بعد شجرہ نہیں ملا تھا۔ اس لیے وہ

---

(۱) جناب میر صاحب موصوف شاہ محمد رضا صاحب نیورہ ضلع پٹنہ کے جد تھے۔ وفات ۲۵/ مارچ ۱۸۷۵ء ۱۲

شجرہ ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر میں رکھ دیا گیا۔

آپؒ نے اپنے صاحبزادے حضرت سید شاہ قلندر حسین فردوسی منیری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا جانشیں کیا تھا، مگر آپ کی حیات ہی میں ان کا وصال ہو گیا۔ آپ پینتالیس سال تک سجادۂ مخدوم پر رونق افروز ہو کر ۲۱/ جمادی الاول ۱۲۸۱ھ میں فردوس بریں کی راہ لی۔ مزار مبارک چھوٹی درگاہ میں حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر پائیں چبوترہ پر ہے۔

قطعہ تاریخ

قطب دیں چوں زعارفاں گشتہ	ہم ز قیدِ وجود خور رستہ
جامِ آبِ حیات بشکستہ	عاقبت رخت خویش بر بستہ
از قضا چوب کلک بنوشتہ	رکن اعظم ازیں جہاں رفتہ
	۱۲۸۱ھ

قدوۃ العارفین مقبول کونین حضرت ابوالمظفر سید شاہ محمد امجد حسین حسنی الحسینی الچشتی النظامی المنیری نور اللہ مرقدہٗ

آپ داماد و جانشیں حضرت سید شاہ ابوالظفر قطب الدین احمد فردوسی منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ محلہ چاندپورہ بہار شریف کے مشہور و معروف بزرگ حضرت مخدوم سید شاہ فرید الدین طویلہ بخش چشتی (التوفی ۶/ جمادی الثانی ۷۸۹ھ) ابن حضرت سید ابراہیم کی اولاد سے ہیں۔ حضرت مخدوم سید ابراہیمؒ ابن حضرت مخدوم سید جمال الدین ابن حضرت مخدوم سید محمد بدایونیؒ ابن سید علی بخاری (جد حضرت محبوب الٰہی) حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ جب حضرت مخدوم اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بنگالہ جانے کا حکم ہوا تو حضرت ابراہیم بھی ساتھ کر دیئے گئے۔ پنڈوہ میں کچھ دنوں قیام کے بعد حضرت مخدوم شاہ علاء الحقؒ نے اپنی سالی سے آپ کی شادی کر دی۔ آپ سے حضرت مخدوم فرید الدین

طویلہ بخشؒ تولد ہوئے۔ حضرت مخدوم طویلہ بخش کی شادی حضرت مخدوم علاء الحق ؒ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ حضرت مخدوم شاہ نور قطب عالمؒ سے مرید ہوئے اور اجازت و خلافت سے سرفراز کیے گئے (۱)۔

حضرت مخدوم طویلہ بخشؒ پنڈوہ میں ایک درخت کے سایہ میں کپڑا سیا کرتے تھے، اگر آپ کو کوئی شخص کپڑا سینے کو دیتا تو سی دیتے، کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے، اور کوئی شخص کچھ دیتا تو لے لیتے تھے۔ اس طرف سے اکثر گھوڑے کے تاجر گذرا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ گھوڑے کے تاجر وہاں آئے اور ٹھہر گئے۔ ان میں کے ایک شخص نے حضرت مخدوم کو اپنا کپڑا سینے کو دیا۔ آپ نے استفسار فرمایا کہ یہ گھوڑے کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے؟ اس شخص نے کہا "تم اپنا کپڑا سیئے جاؤ تم کو کیا مطلب کہ گھوڑے کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے، جئیں گے یا مریں گے"؟ آپ نے فرمایا "جئیں یا مریں ہم کو کیا"؟ بات ختم ہو گئی جب صبح ہوئی تو سب گھوڑے مردہ پائے گئے۔ اس ناگہانی واقعہ سے سب لوگ پریشان ہوئے۔ اس شخص نے کہا اور تو کوئی بات نہیں، کل ایک شخص درخت کے نیچے کپڑا سی رہے تھے ان سے اس طرح کی بات ہوئی تھی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ بزرگ حضرت مخدوم علاء الحق کے داماد ہیں۔ لوگ حضرت مخدوم علاء الحقؒ کے پاس پہنچے اور واقعہ بیان کیا۔ حضرت مخدومؒ نے حضرت مخدوم فرید الدینؒ کو بلایا اور فرمایا کہ "جوانی کا غصہ نہیں جاتا ہے؟ غریب کے گھوڑے مار ڈالے"۔ آپ نے فرمایا "حضور مجھے کیا؟ گھوڑے مرتے ہوں یا جیتے ہوں"؟ حضرت مخدوم علاء الحقؒ نے سوداگروں سے کہا "اب جاؤ گھوڑوں کو زندہ پاؤ گے"۔ اس کے بعد آپ نے حضرت مخدوم فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کو "طویلہ بخش" کا لقب عنایت فرمایا۔

حضرت مخدوم طویلہ بخش رحمۃ اللہ علیہ نے محلہ چاندپورہ میں قیام فرمایا۔ آپ کی خانقاہ سرچشمۂ رشد و ہدایت رہی، اور آپ کا سلسلۂ نسب اور سلسلۂ طریقت صوبہ کے اطراف و اکناف میں کثرت سے پھیلا، اور آج بھی آپ کا مزار اقدس مرجع انام ہے۔ آپ کے خاندان کے جلیل القدر اصحاب نے خلق کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت ملا محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ آپ اسی کے خاندان میں مرید ہوئے اور ان کا مزار بھی اسی احاطہ میں ہے۔

حضرت سید شاہ امجد حسین منیری رحمۃ اللہ علیہ کی شادی حضرت ابو ظفر سید شاہ

---

(۱) مخزن الانساب ص ۱۷۲ و رسالہ پنڈوہ ص ۲۸

قطب الدین احمد فردوسی منیری رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اور حضرت کے وصال کے بعد سجادہ ارشاد پر رونق افروز ہوئے۔

آپ مرید و خلیفہ اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد سلطان چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ اور حضرت شاہ قطب الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بزرگان منیر شریف کے چودہ خانوادوں کی اجازت عطا ہوئی۔

علوم ظاہری کے ساتھ باطنی اسرار سے باخبر تھے، اپنے ہم عصر مشائخ میں بلند مراتب پائے۔ آپ کا سلسلہ آبائی حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے اور نسب مادری حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے، آپ صورتاً وجیہ اور خوبصورت تھے، ارباب سلطنت کی نظروں میں مرتبہ عالی رکھتے تھے۔

اکیس سال تک سجادۂ مخدومؒ پر رہ کر ۲۹/ ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ میں دارالبقا کی طرف رحلت فرمائی۔ اور حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ میں حضرت شاہ قطب الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر پائیں مدفون ہوئے۔

قطعہ تاریخ از حضرت صوفی منیریؒ (۱)

شہ امجد حسین با صفا را	ز دنیا در حریم راز بردند
بفکر سال نقلش گفت ہاتف	بخلدش زود با اعزاز بردند

۱۳۰۲ھ

(۱) حضرت شاہ فرزند علی صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ لطف علی فردوسی منیریؒ کے نواسے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں پایہ دستگاہ رکھتے تھے۔ شاعری میں بھی بہت اچھا مذاق حاصل تھا۔ فن شاعری میں مرزا غالبؔ دہلوی مرحوم کے شاگرد تھے۔ آپ کا تخلص صوفیؔ تھا۔ فن تصوف میں آپ کی ہستی مسلم الثبوت تھی۔ راحت روح، مثنوی لواء الحمد، سرود مستاں، وسیلہ شرف اور بھی بہت سی کتابیں آپ کی تصنیفات میں سے ہیں۔ آپ کا وصال ۶/ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ میں اسلام پور میں ہوا۔ اور حضرت شاہ ولایت علی ابوالعلائی اسلام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ انوار ولایت، ص ۱۲۴، مصنفہ حضرت سید شاہ عبدالقادر ابوالعلائی اسلام پوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

حضرت تاج العارفین سید شاہ ابوالظفر فرید الدین احمد فردوسی المنیری الہاشمی قدس سرہٗ

آپ فرزند و جانشیں حضرت سید شاہ ابوالمظفر امجد حسین چشتی الفردوسی المنیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ والد ماجد کے وصال کے بعد آپ کے سجادہ ہوئے۔ آپ کی ولادت ۱۲۸۰ھ میں محلہ چاند پورہ بہار شریف میں ہوئی۔ ولادت کی تاریخ صوبہ بہار کے مشہور بزرگ حضرت شاہ یحییٰ ابوالعلائی عظیم آبادیؒ نے لکھی ہے ۔

عطا فرمود فرزند زرینہ
چو حق امجد حسینِ پاک دیں را
رقم کردیم تاریخ دعائی
الٰہی بخت او بیدار بادا

۱۲۸۰ھ

آپ کی ظاہری تعلیم منیر شریف میں ہوئی۔ سلسلہ فردوسیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے اور علوم باطنی کی تکمیل ہوئی۔ خانوادہ مخدوم کے چودہ خانوادوں میں خانوادۂ فردوسیہ سے ایک نسبت خاص تھی۔ آپ سالک رفیع المقام و صوفی بلند مرتبہ تھے۔ حضرت مخدوم کی نگاہ کرم آپ پر بہت تھی۔ آپ کے فیوض روحانی سے مستفیض ہوئے۔ اور آپ سے بہت فیض جاری ہوا۔ صبر و تحمل خلق وایثار آپ میں بہت تھا۔ آپ نے اپنی موجودگی میں اپنے بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کو اپنا ولی عہد کیا تھا مگر حضرت ہی کے سامنے ان کا اور آپ کی اہلیہ محترمہ اور آپ کی سب اولادوں کا انتقال ہو گیا۔ باوجود ایسے صدمات کے شیوۂ تسلیم و رضا اختیار فرمایا۔ صبر و تحمل کے ساتھ راضی برضائے الٰہی رہے۔ ۷۳ سال تک سجادۂ مخدوم پر رہ کر خلق کی رہبری فرمائی اور ۲۲؍ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں اپنے والد ماجد کے زیر پائیں جگہ پائی۔

قطعہ تاریخ

از حضرت سید شاہ احتشام الدین حیدر مشرقی منیری رحمۃ اللہ علیہ (۱)

شہ فرید الدین کہ بود است او سعید — نیز او می داشتے خلق حمید
گفت تاریخ وصالش مشرقی — شہ فرید دیں بقرب حق رسید

حضرت مقبول کونین مقتدائی و مولائی جناب سید شاہ سعید الدین احمد المعروف بہ ابو الفرح شاہ فضل حسین قادری فردوسی منیری نور اللہ مرقدہٗ

آپ حضرت سید شاہ فرید الدین احمد فردوسی منیری رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی اور آپ کے جانشیں ہیں۔ والد ماجد کے وصال کے بعد اپنے برادر معظم کی خدمت میں رہ کر ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کی۔ آپ کے برادر والا شان کو آپ سے اور آپ کو ان سے

(۱) حضرت شاہ احتشام الدین حیدر متخلص بہ مشرقی منیریؒ۔ حضرت شاہ خلیل الدین احمد جوش منیریؒ کے صاحبزادے اور حضرت سید شاہ لطف علی فردوسی منیریؒ کے نواسہ تھے۔ علوم ظاہری میں کمال حاصل تھا، فارسی کے ساتھ عربی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ عربی کا ایک دیوان مرتب کیا تھا جس کو تالاب کی نذر کر دیا۔ اس کے بعد فارسی میں ایک دیوان ترتیب دیا۔ اسے بھی تالاب میں ڈبو دیا۔ آپ کی چند عربی، فارسی، اردو کی غزلیں موجود ہیں۔ جن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ زبان اردو پر قادر تھے، اسی طرح عربی اور فارسی بھی آپ کے لیے کوئی مشکل نہ تھی۔ آپ کی عربی اور اردو کی چند غزلیں ہمارے پاس اور خانقاہ اسلام پور ضلع پٹنہ کے کتب خانہ میں بھی موجود ہیں۔ فن طب میں بھی آپ کو اچھا درک تھا۔ کچھ دنوں کے لیے کلکتہ میں مطب کا سلسلہ رکھا اور ایک سائل کے سوال پر مطب کی کل کائنات اس کے نذر کر دی۔ اور خاک منیر کی راہ لی۔ آپ کو زندگی میں بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، مگر مرضیٔ مولا پر صابر و شاکر رہے۔

آپ کا نام ہمیشہ لوگوں سے سنا جائے گا۔ آپ کا وصال ۱۰ ار شوال ۱۳۴۳ھ میں منیر شریف میں ہوا، اور چھوٹی درگاہ میں مقبرہ کے پورب آپ کا مزار ہے۔

عجیب محبت تھی۔ اور یہ محبت عشق کے درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ آپ ہمیشہ خدمت اقدس میں رہے اور فیض صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ پیر و مرشد کی نگاہ کرم کی بدولت سعادت دارین حاصل ہوئی۔ ۱۱؍ شعبان ۱۳۳۸ھ میں آستانۂ حضرت مخدوم پر سلسلہ قادریہ میں اپنے برادر معظم سے دولت بیعت حاصل کی۔ آپ کی ولادت کے بعد آپ کے والد ماجد سید شاہ امجد حسین چشتی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حضرت پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کی سپردگی میں دیا تھا اس لیے آپ کی بیعت سلسلہ قادریہ میں ہوئی۔ حالانکہ چاندپورہ کے اکثر بزرگان چشتی اور بزرگان منیر شریف زیادہ تر فردوسی ہیں۔ سادگی اور خلق و ایثار میں ممتاز رہے۔ میدان صبر و توکل میں صبر و استقلال کے ساتھ ثابت قدم تھے۔ آپ کے سامنے آپ کی متعدد اولادوں نے داغِ مفارقت دیا، مگر مرضئ الٰہی پر استقلال کے ساتھ راضی رہے۔ اپنے پیر و مرشد کے وصال کے بعد درد فراق میں عرصہ تک بیمار رہے۔ اس درمیان میں آستانۂ مخدوم پر کچھ دنوں قیام پذیر رہے۔

آپ کو کتب بینی کا شوق بہت تھا۔ مکتوبات و ملفوظات حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں کی کتابیں آپ کے پیش نظر رہتیں۔ حضرت مخدوم اور دیگر بزرگوں کی کتابیں نقل کیں۔ ہر طریقہ کے بزرگوں کے کلیات جمع کیے۔ آپ حضرت مخدوم میں محو تھے۔ اور تربیت باطنی آپ کی روح پُر فتوح سے تھی۔ اور آپ کے نقش قدم پر تھے۔ حسن سیرت اور کمال معنی میں ممتاز تھے۔ سجادگی کے بعد دو سال تک اس سرائے فانی میں رہ کر ۲۴؍ شعبان ۱۳۴۱ھ میں زلال وصال نوش کیا۔ اور حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں اپنے برادر معظم کے زیر پائیں ۲۵؍ شعبان کو مدفون ہوئے۔

قطعہ تاریخ وصال

از جناب مولوی عبدالحفیظ صاحب عیش لودی پوری

چھائی ہے آج غم کی گھٹا خانقاہ پر ۔۔۔ صد حیف صوفیوں کا وہ سلطاں نہیں رہا
اے عیش سر سے آہ کے لکھ دے سن وصال پر ۔۔۔ مسند نشین و کوکبِ عرفاں نہیں رہا

۱ ۔۔۔ ۱۳۴۱ھ

حضرت سید شاہ دولت علی الملقب شاہ امان اللہ فردوسی النظامی المنیری نور اللہ مرقدہٗ

آپ حضرت سید شاہ فضل حسین منیری قدس سرہٗ کے صاحبزادے اور آپ کے جانشیں ہیں، آپ مرید و فیض گرفتہ اپنے والد بزرگوار کے ہیں۔ اور وصال کے بعد سجادہ پر رونق افروز ہوئے۔ زہد و ورع، خلق وایثار، صبر و تحمل میں بے مثل رہے۔ صورتاً نہایت حسین و جمیل تھے۔

آپ بے حد خلیق تھے، جو شخص آپ سے ایک بار ملتا دوبارہ ملنے کی تمنا کرتا۔ حضرت مخدومؒ کے فیضان روحی سے مستفیض اور ہر چھوٹے اور بڑوں کے آپ محبوب تھے۔ آپ کو اپنی زندگی میں طرح طرح کے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، مگر ضبط واستقلال کے ساتھ ثابت قدم اور صبر و تحمل کے ساتھ راضی برضائے الٰہی رہے۔ یکم ذی الحجہ روز دوشنبہ ۱۳۴۶ھ میں بارگاہ عشق تکیہ شریف پٹنہ سیٹی میں ایک ہفتہ بیمار رہ کر داعیٔ کعبہ وصال کو لبیک کہا۔ آپ کی لاش مبارک منیر شریف آئی۔ اور حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کی درگاہ میں حضرت سید شاہ فرید الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ کے قریب مدفون ہوئے۔

قطعہ تاریخ وصال

از مراد اللہ

آں دولتِ علی امان اللہ — فردِ رہِ سالکان بودہ
مقبولِ نگاہِ شاہ یحییٰ — شمعِ رہِ عارفان بودہ
بُد روحِ شرفؒ چو مرشدِ وے — شرفِ ہمہ عارفان بودہ
آں ماہِ شرف کہ از وجودش — صد رونقے در جہان بودہ
مخدوم جناب شاہ دولت — خضر رہِ آن امان بودہ
در راہِ شریعت و طریقت — بر جادہ بعز و شان بودہ
صد آہ گل شرف نماندہ — کو دولتِ خاندان بودہ
گفت از سر آہ ہاتف غیب — خورشید سلوک امان بودہ

۱ — ۱۳۴۶ھ

آپ کے بعد سجادۂ مخدوم پر آپ کے بھائی حضرت اخی معظم و مکرم جناب سید شاہ ابو الظفر محمد عنایت اللہ صاحب فردوسی المنیری مد ظلہ العالی زیب سجادہ ہوئے۔ آپ سے ایک چھوٹے بھائی جناب سید شاہ محمد ہدایت اللہ منیری رحمۃ اللہ علیہ، حسن سیرت، حسن صورت میں ممتاز تھے۔ ۱۷ سال اس سرائے فانی میں رہ کر ۲۳ر شوال ۱۳۴۷ھ میں عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور اپنے برادر بزرگ حضرت سید شاہ امان اللہ فردوسی منیری رحمۃ اللہ علیہ کے قریب مدفون ہوئے۔

قطعہ تاریخ وصال

از مراد اللہ

اخی مکرم ہدایت کہ بود — شدہ روئے خویش ز چشم نہاں
گلے بود از گلستانِ شرف — بسے حیف گل رفت از گلستاں
بدہ ماہ شوال بست و سوم — کہ بر بست رختِ سفر از جہاں
بگوشِ مرادِ حزیں ایں ندا — پئے نقل آں داد ہاتف چناں
ز روئے ہدایت پئے رحلتش — مقامش بجنات فردوس داں
۵ — ۱۳۴۷ھ

دیگر مقامات

مسجد ڈھائی کنگرہ

تالاب سے پچھم بلندی پر ایک چھوٹی سی مسجد بغیر چھت کی ہے، جس کے ڈھائی کنگرے ہیں، اسی مناسبت سے اس نام سے مشہور ہے۔ صحن مسجد سے متصل حضرت مخدوم شاہ جلال منیری رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مخدوم شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ آپ ہی کے صاحبزادے حضرت مخدوم (۱) شاہ

---

(۱) محرم اسرار غیب حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ر ربیع الآخر روز دوشنبہ ۶۸۸ھ میں موضع گجانواں متصل منیر شریف پیدا ہوئے۔ جب آپ پانچ برس کے ہوئے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شعیب فردوسی رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مخدوم شاہ جلال منیری رحمۃ اللہ علیہ شیخپورہ ضلع مونگیر میں آسودہ ہیں۔ اس مسجد سے پچھم بلندی پر حضرت سیدنا خطیر الدین ابدال رحمۃ اللہ علیہ خواہر زادہ حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ آپ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) تو آپ کے والد ماجد کا منیر میں انتقال ہو گیا۔ آپ ولیٔ مادر زاد تھے۔ آپ کی والدہ مکرمہ بڑی عارفہ تھیں۔ حضرت مخدوم کو علم لدنی حاصل تھا، علوم ظاہری اپنی والدہ اور علمائے زمانہ سے حاصل کیا۔ تحصیل علم کے بعد ایک مدت تک پہاڑوں اور جنگلوں میں بسر کیے۔ جب آپ کی بزرگی کا شہرہ اطراف میں پھیلا تو خلق سے کنارہ کشی فرمایا۔ کبھی کبھی اپنی والدہ کی قدم بوسی کو آجایا کرتے تھے۔ کبھی راجگیر میں چلہ کش ہوتے، کبھی موضع اکرانواں اور موضع امہرہ کے جنگلوں میں جا ٹھہرتے۔ کبھی شیخ پورہ کے پہاڑ کی طرف چلے جاتے۔ ایک کنویں میں بارہ برس تک چلہ کشی کی اور شیخ پورہ کو آپ نے آباد کیا۔ اور دامن کوہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ ریاضت و مجاہدہ میں حد کمال کو پہنچے۔ حضرت مخدومؒ جہاں نے اپنے پیراہن، دستار اور مقراض کو حضرت مولانا امام مظفرؒ کے حوالہ کیا کہ فقیر کی طرف سے برادرم شعیب کو دے دینا۔ جب حضرت مولانا نے عدن جانے کا ارادہ کیا تو اس امانت کو حضرت حسین نوشہ توحیدؒ کے سپرد کیا۔ حضرت نوشہ توحیدؒ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسنؒ کو تبرکات لے کر روانہ کیا۔ حضرت مخدوم نے نور باطن سے دریافت کیا اور حضرت حسنؒ کے استقبال کو روانہ ہوئے۔ درمیان راہ کے موضع چیرواواں میں ملاقات ہوئی۔ معانقہ و مصافحہ کے بعد تبرکات حضور میں پیش کر دیئے۔ اور حضرت مخدوم کے اقرار کے بعد یہ تبرکات بطور اجازت و خلافت اپنی طرف سے عنایت فرمایا۔ اس طرح پر تین واسطے حضرت مخدوم الملکؒ تک ہوئے اور حقیقت میں ایک ہی واسطہ ہے۔ آپ کی ذات سے سلسلہ رشد و ہدایت بہت ہوا۔ آپ کے کشف و کرامات بہت مشہور ہیں۔ آپ نے حضرت مخدوم جہاںؒ کی روش اختیار فرمائی۔ ہزارہا بندگان خدا آپ کے فیض صحبت سے مالامال ہوئے اور راہ ہدایت پائی۔ ایک سو چھتیس برس تک اس عالم فانی میں رہ کر ۱۲ ربیع الآخر روز دوشنبہ ۸۲۴ھ میں فردوس بریں کی راہ لی۔ آپ کا مزار اقدس شیخپورہ ضلع مونگیر میں مرجع انام ہے۔ آپ کی سجادگی کا سلسلہ آپ کی اولاد میں ہے۔ اور آپ کا عرس ہر سال اہتمام سے ہوتا ہے۔ بزرگوں کے حالات میں آپ کی ایک کتاب ''مناقب الاصفیا'' بہت مشہور ہے۔ آپ کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

بھی حضرت سیدنا امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشریف لائے تھے۔

تالاب سے اُتر جانب ایک پُر فضا چبوترہ پر دو پختہ مزارات ایک حضرت مخدوم ملک العلماء شاہ بڑن منیری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرا آپ کے صاحبزادے حضرت قطب موحدؔ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت ملک العلماء حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں اور شیر شاہ ثوری کے پیر و مرشد ہیں (۱)۔ آپ کا تذکرہ تاریخ جدید صوبہ بہار و اُڑیسہ میں سید اولاد حیدر صاحب بلگرامی نے بھی کیا ہے۔ پورب کی قبر حضرت مخدوم شاہ قطب موحد منیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ آپ حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں زاد بھائی اور محترم پیر ہیں۔ اس سے متصل ایک چھوٹی قناتی مسجد ہے۔ تالاب سے جنوب مغرب گوشہ پر حضرت مومن عارف رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ بڑی درگاہ شریف سے دکھن حضرت حاجی صفی الدین و حاجی نظام الدین رحمہم اللہ کے مزارات ہیں۔ اسی سے متصل ایک قدیم مسجد ہے جس کے صحن میں نواب تنگر قلی خاں بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ یہ بدخشاں کے رہنے والے ماہر تعمیرات اور حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انہی کے اہتمام سے تالاب و درگاہ اور دوسری عمارتیں تیار ہوئیں۔ گرچہ روضہ کی تکمیل دیکھنے کا ان کو موقع نہ ملا اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ مزار کے کتبہ سے سنِ انتقال ۹۸۳ھ بر آمد ہوتا ہے۔ ان کی تربت خوشنما پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ جس پر حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے درد انگیز اشعار کندہ ہیں ؎

دریغا کہ بے ما بسے روزگار   بروید گل و بشگفد نوبہار

کسانیکہ از ما بغیب اندر اند   بیایند و بر خاک ما بگذرند

اس سے اُتر جانب سر راہ ایک شہید کا مزار ہے۔ تھانہ کے متصل بارہ شہداء کے مزارات ہیں، یہ حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں سے ہیں۔ ان مزارات کی مناسبت سے یہ محلہ بارہ شہید کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ مقام سگ گزیدہ لوگوں کے لیے مفید ہے۔

شاہ روضہ

یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت سلطان المخدوم شاہ یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ کے محترم

---

(۱) حیات شیر شاہ ۱۲

استاد حضرت مخدوم رکن الدین مرغیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُر انوار ہے۔ آپ حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ آپ کا مزار ایک مُرتفع ٹیلہ پر چاردیواری کے اندر ہے۔ اسی احاطہ میں آپ کے دو صاحبزادے حضرت مخدوم سید احمد اور حضرت مخدوم سید محمد رحمہم اللہ کے مزارات ہیں۔ اسی سے متصل ایک مسجد ہے۔ عرصہ تک آپ کا رُشد جاری رہا اور ۱۹؍ ذی الحجہ کو آپ کا وصال ہوا۔

یہاں سے کچھ دور پر ایک بزرگ حضرت شاہ محمود اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا مزار وسیع احاطہ میں ہے۔ آپ حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے عہد دولت میں یہاں آئے اور قیام پذیر ہو گئے۔ آپ صاحب رُشد و ہدایت تھے۔ یہاں سے کچھ دور سڑک سے متصل حضرت شاہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ایک احاطہ میں ہے۔ آپ بھی یہاں کے قدیم بزرگوں میں ہیں۔

خانقاہ

خانقاہ کی عمارت حضرت سیدنا امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کی ہے۔ آپ نے اپنے مقدس وجود سے اس کو شرف بخشا ہے۔ صوبہ میں یہ پہلی خانقاہ ہے جہاں سے رُشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہوا۔

خانقاہ پانچ در کی ہے جس کے آگے کھلا ہوا صحن ہے۔ اس میں ایک پائے سے ملا ہوا سنگی تکیہ ہے جس سے ٹیک لگا کر حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھتے تھے۔ ایام عرس میں صاحب سجادہ وہیں پر بیٹھتے ہیں۔ اس سے متصل ایک مکان رواق کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں ایک سنگی کمرہ ایک دالان اور حجرہ ہے۔ اسی کمرہ میں ملک کے ممتاز بزرگ حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ اس کے اندر ایک قدیم چوبی چوکی ہے۔ جس پر آپ کی والدہ ماجدہ نماز پڑھا کرتی تھیں۔ یہ اب کسی قدر شکستہ حالت میں ہے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ بغیر جوڑ کا ایک ٹکڑا تراشا ہوا ہے جو چوکی کی شکل میں تبدیل کیا ہوا ہے۔ اسی کمرہ سے ملا ہوا ایک حجرہ ہے جس میں حضرت سلطان المخدوم شاہ یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ عبادت کرتے تھے۔ اس مکان کی دیوار اور چھت اسی زمانہ کی ہے۔ اُتر جانب کی دیوار ۳۴ء کے زلزلہ میں نقصان ہو گئی تھی جس کی

مرمت ہو چکی ہے۔

خانقاہ مخدومؒ میں حضرت سلطان المخدوم شاہ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ۹؍ سے ۱۲؍ شعبان تک اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت اہتمام سے ہوتا ہے۔ ۱۲؍ شعبان اور ۱۲؍ ربیع الاول کو ہر سال کلاہ مبارک و موئے مبارک حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ودیگر تبرکات کی زیارت سے ہزارہا بندگان خدا مشرف ہوتے ہیں۔

خانقاہ سے متصل ایک قدیم مسجد حضرت سلطان المخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ جلیل الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ ہے۔ اس کا کتبہ یہاں کے کتبوں میں سب سے قدیم ہے۔ مگر بجائے مسجد کے ایک قبر کے سرہانے میں لگا ہوا ہے۔

بحمد اللہ کہ در عہدِ شہِ انجب — شہِ محمود سلطانِ مہذب
بہیں مسجد کہ بُد بانیٔ اوّل — جلیل الحق زاقطاب مقرب
چو حماد خطیر بو زبیر است — عمارت کرد باز از سر مرتب
ز ہجرت ہفصد و ہشت و نود بود — بعصمت دار بنیادش تو یارب

حضرت مخدوم شاہ جلیل الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسجد کو پہلی بار تعمیر کیا تھا۔ اس کے بعد حماد خطیر بوزبیر رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان محمود کے حکم سے بنایا۔ یہ وہی سلطان محمود تغلق ہیں جن کی تخت نشینی ۱۳۹۳ء میں ہوئی تھی۔ کتبہ ۷۹۸ھ مطابق ۱۳۹۶ء سے اس کی مطابقت ہوتی ہے۔ حماد خطیر کا حال تو معلوم نہیں لیکن ان کی زیر نگرانی سلطان محمود کے حکم سے خزانہ شاہی سے یہ مسجد تعمیر کی گئی۔ سلطان محمود یہاں زیارت کے لیے آئے ہیں۔

مسجد سے متصل حضرت سید احمد ترک لربک شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ آپ حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر رفقاء میں سے ہیں۔ یہاں سے شمال مغرب کی جانب لبِ دریائے سون حضرت سید علی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ آپ بھی حضرت امام ممدوح کے رفقاء میں سے ہیں۔ اور آپ کے نام کی مناسبت سے یہ محلّہ علی شہید کے نام سے مشہور ہے۔ خانقاہ سے قریب عالی شان جامع مسجد ہے۔ جس کو پہلے حضرت مولانا عبدالشکور منیری رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۱۰۳ھ میں ابراہیم خاں نے تعمیر کیا جس کا کتبہ یہ ہے۔

شکر ایزد کو کہ از چون وچرا بیروں است نام
کز سپاس او شود فرخندہ دل شیریں کلام
مولوی عبدالشکور از واصلانِ حق بگو
پیشوائے راہ دیں بود و طریقت را امام
در زمانِ شاہ عالمگیرؔ غازی دیں پناہ
عاقل و کشور کشا فرماں روائے روم و شام
مسجدِ آں مولوی اُفتادہ بود و کہنہ جائے
کرد ابراہیم خاں از نو بنائش انتظام
کرد مسجد را بنائے نیک از صدق و یقیں
از برائے سجدۂ طاعت خدائے پاک نام
علوی نسلِ قریش از خانخاناں بن کبیر
شد حصار از مولد او در جہاں فرخندہ نام
چوں مرتب شد ز دل پُرسیدم از تاریخ او
گفت از تاریخ او "شد مسجد بیت الحرام"

۱۱۰۳ ہجری

اس مسجد کی سہ بارہ تعمیر ۱۲۸۳ھ میں میر خادم علی منیریؒ کے اہتمام سے ہوئی جس کا کتبہ مدینہ منورہ سے کندہ ہو کر آیا اور مسجد میں لگایا گیا۔

عبدالشکور ساختہ بنیاد اولیں — بارِ دگر نمود براہیم خاں بنا
پس خادمِ علی کہ رئیس است در منیر — از آل مصطفٰے و ز اولاد مرتضٰے
تعمیر کرد بار سوم مسجدِ کہن — شد قبلہ بہر کعبہ پرستانِ باصفا
بنمود فکر در سنِ تاریخ او بشیر — ہاتف بدیہہ گفت زہے خانۂ خدا

۱۲۸۳ھ

اسی مسجد کے احاطہ میں مولانا عبدالشکور منیری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ اسی کے قریب گنج شہداء ہے جہاں حضرات شہداء آسودہ ہیں۔ اس قصبہ میں اور اس کے گرد و نواح میں قناتی مسجدیں، شہداء و بزرگان و شاہزادگان کے مزارات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

تبرکات

خانقاہ حضرت مخدومؒ میں کلاہ مبارک حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جسے حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ حسب بشارت حضور پاک صلعم اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور موئے مبارک حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مخدوم نجم الدین کبریٰ ولی تراشؒ کی تسبیح جو عرصہ تک حضرت مخدوم شیخ نجیب الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہ چکی تھی جس کو حضرت شیخ نے حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا۔ حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھوڑے کی زین جس کو فتح منیر کے بعد آپ خانقاہ میں بچھا کر تشریف فرما ہوئے تھے، حضرت سلطان المخدوم شاہ یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی کلاہ مبارک، حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کی کلاہ مبارک اور تسبیح۔

حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے ایک خرقہ تیار کیا تھا جس پر پندرہ پارے قرآن شریف کے لکھے تھے۔ اس خرقہ کے متعلق آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اس کو رکھ دینا، اور منیر میں ایک بزرگ حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے ان کی خدمت میں میری جانب سے یہ کہتے ہوئے پیش کرنا کہ "مینا کی عمر بھر کی کمائی ہے اس کو قبول کیا جائے" اس خرقہ کو غور سے دیکھنے کے بعد جا بجا سے پڑھا جاتا ہے، اسی طرح کی اور بھی چیزیں ہیں۔

یہ قصبہ پٹنہ سے ۱۷ میل جانب مغرب واقع ہے، یہاں کا ریلوے اسٹیشن بہٹا ہے جو یہاں سے ۵ میل جنوب کی طرف ہے۔

اسمائے شہدائے منیر

حضرت میر سید علی احمد ترک لربک شہیدؒ	حضرت علوی شہیدؒ
حضرت تاج شہیدؒ	حضرت معصوم شہیدؒ
حضرت چندن شہیدؒ	حضرت جنید شہیدؒ
حضرت اسحٰق شہیدؒ	حضرت یعقوب شہیدؒ
حضرت یوسف شہیدؒ	حضرت پہلوان شہیدؒ

حضرت صوفی شہیدؒ
حضرت قبول شہیدؒ
حضرت دوست محمد شہیدؒ
حضرت سید جلال شہیدؒ
حضرت سید روشن علی شہیدؒ
حضرت مصطفٰی شہیدؒ
حضرت شیخ عاصم شہیدؒ

حضرت شاہ عبد الغنی شہیدؒ
حضرت شاہ عبد السبحان شہیدؒ
حضرت علاء الدین شہیدؒ
حضرت شیر شہیدؒ
حضرت شاہ غلام حسین شہیدؒ
حضرت یوسف بیگ شہیدؒ
حضرت داؤد شہید رضی اللہ عنہم اجمعین

القصيدة المنيريه

من ناظمها المولانا ابى محمد المدعو بمحفوظ الكريم المعصومى البهارى
(ممتاز المحدثين)

عشق طول دهرك فارجاً بهناء — طلق المحيا، صافى الحوباءِ
أمراد !خرت مفاخر الم تحوها — أقمار ديجور ولا ابن جلاءِ
أمراد! نفسك للكرامة آيةٌ — حتى جمعت مآثر الكرماءِ
فقت الاحبة كلهم علما و — منزلة و فى الاوصاف والبيهاءِ
كنا كعقدٍ للجمان منظم — قد كنت فيه كدرةٍ عصماءِ
واذا اجتمعنا كالنجوم فبيننا — انت الهلال تشع بالاضواءِ
قلبى يطوفك والاحبة كلهم — مثل الفراش يطوف حول ضياءِ
و لك السيادة والسعادة والعلىٰ — أورثتها من سادةٍ نجباءِ

قوم تخر على الجباه روينهم — شعف الجبال و قمة العلياءِ
لله درائمةٍ قطعوا الىٰ — ارض المنير فراسخ الغبراءِ
دم للقلوب مجمة و لطرفنا — كحلاً و للحساد كالأقداءِ

قد جاهدوا فی الله لا طمعاً ولا حرصاً علی البیضاء والصفراءِ
هم اعلنوا الحق الصریح و ابطلو دین العلوج لسبنة زهراءِ
حتی البهار تنورت ببهائم و غدت مقیل اولئك الوجهاءِ
الله انزلهم منازل عزة و کرامة فی الجنة الفیحاءِ

احییت ربعاً لا یزل یحلهٗ خبد من الاخیار و السعداءِ
و بنیت فوق دوارس فی طیبها نور لمقتبس و کل سناءِ
نوّهت آثار المنیر بذکرها اخلدتها ببلاغة الانشاءِ
وکشفت عن تاریخها السترا الذی اسدی والحمه ید الاخفاءِ
انی اتیتك یا مراد مهنئاً و عرفت قدرك فوق کل ثناءِ
مازدت قدرك اذا تیتك واضعا لکن بذاك تشرُّ فی و علاءِ

ربیع الاول ۱۳۶۷ ہجری

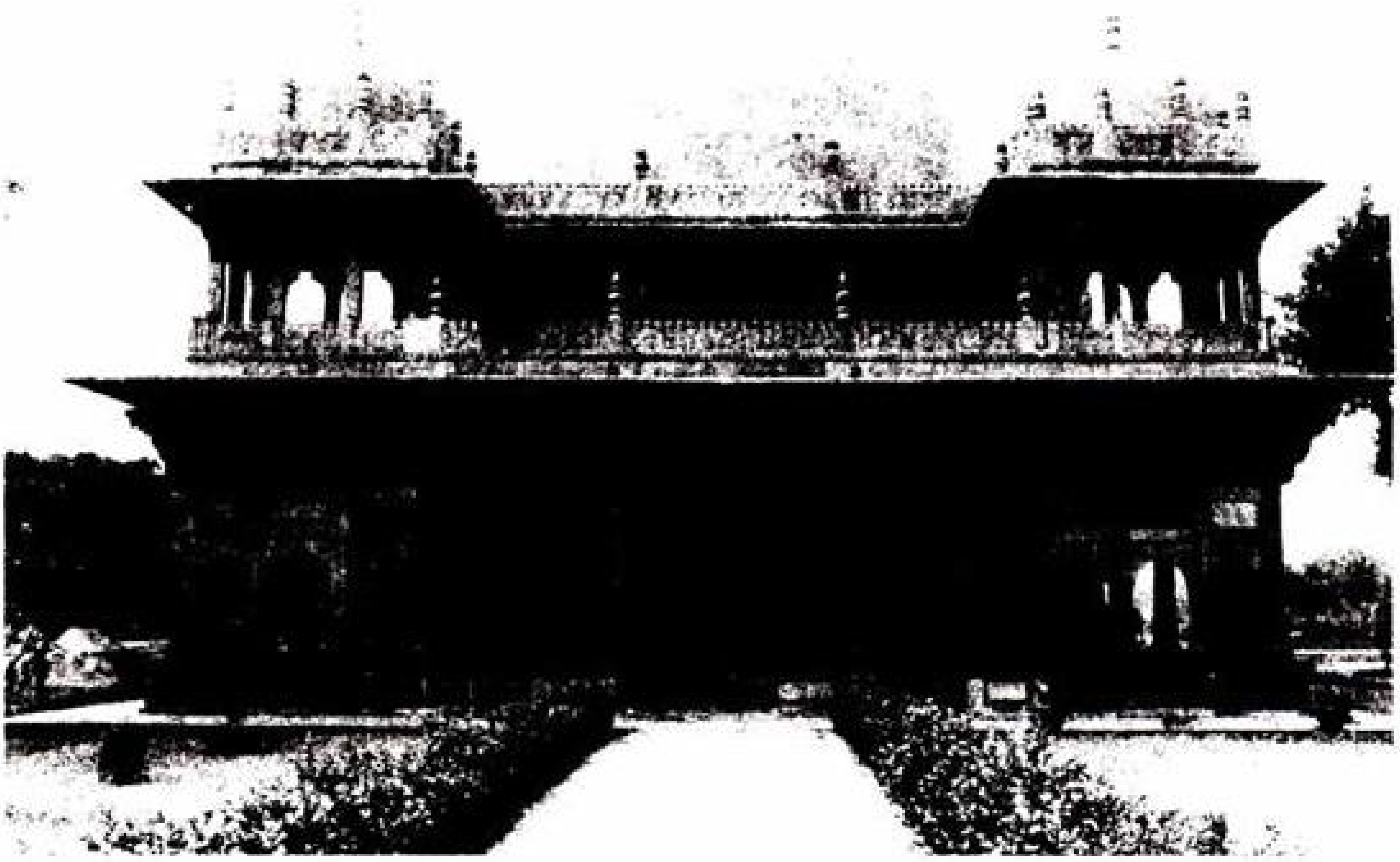
معصومی

آنکھوں میں بسی ہوئی ہے تصویر منیرؔ
ہے دل کے سیہ خانے میں تنویر منیرؔ
"آثار منیرؔ" کی طباعت کی قسم
تاریخ بھی کر رہی ہے توقیر منیرؔ

☆☆☆



نقشہ بڑی درگاہ شریف



نقشہ چھوٹی درگاہ شریف

ضمیمہ جات

سید شاہ نورالدین احمد فردوسی

سجادگانِ حضرت امام محمد تاج فقیہ

فاتح منیر حضرت امام محمد تاج فقیہ ابن حضرت امام ابوبکر مرید و خلیفہ حضرت شیخ ابوعلی کے تھے۔ بعد فتح منیر آپ نے منیر میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور قدس خلیل وغیرہ کی زیارت کو تشریف لے جانے سے قبل حضرت امام محمد تاج فقیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت مخدوم عماد الدین اسرائیل کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرما کر اپنا مجاز و جانشیں مقرر فرمایا اور خانقاہ کی ذمہ داری سونپی، ساتھ ہی حضرت امام محمد تاج فقیہ نے امور سلطنت کی ذمہ داری بھی حضرت مخدوم اسرائیل کو دی۔ آپ نے خانقاہ میں تبلیغ و رُشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا اور انتظام و انصرام سلطنت کو بھی بخوبی انجام دیا۔

حضرت مخدوم اسرائیل کے بعد آپ کے حسب منشا و وصیت آپ کے صاحبزادے سلطان المخدوم حضرت شیخ کمال الدین احمد یحییٰ منیری مسند تاج فقیہی پر جلوہ افروز ہوئے۔ سلطنت منیر بختیار خلجی کے حوالہ کر کے سکون پایا۔

سلطان المخدوم کے بعد حسب وصیت آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مخدوم جلیل الدین احمد یحییٰ منیری جانشیں ہوئے۔ آپ مرید و خلیفہ اپنے والد حضرت سلطان المخدوم کے تھے۔ برادر محترم ڈاکٹر طیب ابدالی ”تذکرہ مشائخ بہار“ کے صفحہ ۱۵۵ پر حضرت مخدوم یحییٰ منیری کے تذکرے میں فرماتے ہیں ”حضرت مخدوم جلیل الدین احمدؒ آپ کے بڑے صاحبزادے کو اپنے والد حضرت مخدوم یحییٰ منیری سے خلافت حاصل تھی“۔ اسی صفحہ پر سلطان المخدوم کی اولاد کے سلسلے میں تحریر ہے کہ ”بڑے بیٹے حضرت مخدوم جلیل الدین احمد مرید حضرت نجیب الدین فردوسیؒ اور خلیفہ پدر بزرگوار“۔ وسیلہ شرف میں پانی پت سے واپسی کے بعد کے ذکر میں ہے کہ ”آپ کے بڑے بھائی نے آپ کے سامنے خواجہ نجیب الدین فردوسی کا ذکر کیا اور آپ کے طریق اور آپ کی تعریف بیان کی“۔ آگے تحریر ہے ”آپ کے بھائی نے فرمایا کہ ملاقات میں کچھ نقصان نہیں ہے“۔ ”تذکرہ مشائخ بہار“ کے صفحہ ۱۶۴ پر حضرت مخدوم

جہاں کے جستجوئے پیر کے سلسلے میں مذکور ہے کہ "پانی پت سے دلی واپس ہوئے۔ یہاں آپ کے برادر معظم حضرت جلیل الدین احمد منیری نے حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی کے متعلق سنا، انھوں نے آپ سے تذکرہ کیا"۔ درج بالا تحریروں سے ظاہر ہے کہ حضرت مخدوم جلیل احمد منیری نے حضرت مخدوم جہاں کے پانی پت سے آنے کے بعد دہلی میں یہ تذکرہ کیا تھا۔ اگر حضرت جلیل الدین یحیٰ منیری مرید حضرت نجیب الدین فردوسی کے ہوتے تو پہلے ہی حضرت مخدوم جہاں کو حضرت نجیب الدین فردوسی کی خدمت میں لے جاتے۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ حضرت مخدوم جلیل الدین احمد منیری مرید حضرت نجیب الدین فردوسی کے اور خلیفہ اپنے والد کے تھے۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت جلیل الدین احمد منیری دوران سفر میں حضرت مخدوم جہاں کے ساتھ نجیب الدین فردوسی کی خدمت میں تشریف لے گئے تو مرید بھی ہوئے کیوں کہ آپ کے والد حضرت سلطان المخدوم کا وصال ۶۹۰ھ میں ہوا جن کے آپ خلیفہ تھے۔ مخدوم جلیل الدین دہلی حضرت مخدوم جہاں کے ساتھ ۶۹۱ھ میں گئے۔ اسی سال حضرت نجیب الدین فردوسی کا وصال ہوا۔ اس طرح حضرت جلیل الدین احمد منیری اپنے والد بزرگوار سلطان المخدوم سے خلافت پانے اور اُن کا وصال ۶۹۰ھ میں ہونے کے بعد کس طرح حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی سے ۶۹۱ھ میں مرید ہو سکے۔ مرید انسان پہلے ہوتا ہے اور خلافت بعد میں ملتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کو حضرت نجیب الدین سے بھی خلافت تھی۔

حضرت مخدوم جلیل الدین احمد یحیٰ منیری کے بعد آپ کے صاحبزادے اور مرید و خلیفہ حضرت مخدوم اشرف الدین زینت مسند تاج فقیہی ہوئے۔ آپ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری کے خویش تھے۔ آپ کو حضرت مخدوم جہاں سے بھی خلافت تھی۔

حضرت مخدوم حسام الدین جہاں شہ مرید و خلیفہ و جانشیں اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم اشرف الدین کے تھے۔ آپ اپنے اسلاف کی روش پر گامزن رہے اور سلسلہ کو فروغ دیا۔

حضرت مخدوم شاہ سلطان منیری مرید و خلیفہ اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم حسام الدین جہاں شہ کے تھے۔ اپنے والد کے بعد اُن کے جانشیں ہوئے۔ رُشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا اور خدمت خلق میں ہمہ تن مصروف رہے۔

حضرت مخدوم شاہ محمود منیری اپنے والد حضرت مخدوم شاہ سلطان منیری کے مرید و

خلیفہ تھے۔ اپنے والد کے بعد آپ کے جانشیں ہوئے۔

حضرت مخدوم شاہ اشرف منیری مرید و خلیفہ اپنے والد شاہ محمود منیری کے تھے۔ آپ کے بعد خانقاہ تاج فقیہی کے سجادہ ہوئے اور رُشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت مخدوم عبد الملک اپنے دور کے مشہور صوفیوں میں تھے۔ آپ مرید و خلیفہ اپنے والد حضرت مخدوم اشرف منیری کے تھے۔ آپ کے بعد حضرت مخدوم شاہ دولت منیری سجادہ ہوئے۔

حضرت مخدوم شاہ فرید الدین محمد ماہرو فردوسی منیری مرید و خلیفہ و جانشیں اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کے ہوئے۔

دوسرے صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ محمد علی فردوسی منیری کو بھی بیعت و خلافت اپنے والد حضرت مخدوم شاہ دولت منیری سے ہے اور اجازت و خلافت اپنے بھائی حضرت مخدوم شاہ فرید الدین محمد ماہرو سے بھی ہے۔ اپنے بھائی مخدوم شاہ ماہرو کے بعد سجادہ ہوئے۔

حضرت مخدوم شاہ مبارک بن مخدوم شاہ مصطفےٰ منیری نواسہ حضرت مخدوم شاہ دولت منیری۔ آپ مرید و خلیفہ حضرت مخدوم شاہ محمد علی فردوسی منیری کے ہیں۔ آپ حضرت مخدوم شاہ کے بعد سجادہ نشیں ہوئے۔

تاج المشائخ حضرت مخدوم شاہ ہدایت اللہ منیری، حضرت مخدوم شاہ مصطفےٰ فردوسی منیری کے بعد مسند ہدایت و ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔

حضرت مخدوم شاہ محمد مبارک مکّی منیری، آپ مرید و خلیفہ اپنے عم محترم شاہ ہدایت اللہ منیری کے ہیں، آپ کی صحبت میں رہے اور آپ کے بعد سجادہ نشیں ہوئے۔

حضرت مخدوم شاہ لطف اللہ المعروف شاہ محمد منیری، حضرت مخدوم شاہ محمد مکی منیری کے چھوٹے بھائی اور مرید و خلیفہ و جانشیں ہیں۔ آپ نے حضرت مخدوم شاہ بنیاد منیری کو اپنا جانشیں نامزد کیا۔

حضرت مخدوم شاہ دولت علی خواجہ محمد بنیاد فردوسی بن حضرت مخدوم شاہ محمد مکی منیری مرید و خلیفہ اپنے پدر بزرگوار کے ہیں، آپ کو اپنے عم محترم سے بھی خلافت تھی۔ اپنے عم محترم حضرت شاہ لطف اللہ کے بعد آپ سجادہ نشیں ہوئے۔

حضرت مخدوم شاہ ابوالفتح خواجہ اسد اللہ علی احمد المعروف شاہ محمد بھیلو ابن حضرت

مخدوم شاہ محمد مکی منیری مرید و خلیفہ و جانشیں اپنے برادر بزرگ حضرت مخدوم شاہ بنیاد منیری کے تھے۔

حضرت مخدوم شاہ محمد مبارک حسین المعروف حضرت شاہ دھومن منیری ابن حضرت مخدوم شاہ محمود منیری مرید و خلیفہ و جانشیں اپنے عم بزرگوار حضرت مخدوم شاہ علی احمد المعروف شاہ بھیلو منیری کے تھے۔

حضرت مخدوم ابوظفر شاہ قطب الدین احمد منیری ابن حضرت مخدوم شاہ مبارک حسین عرف دھومن منیری کو بیعت و خلافت اپنے عم بزرگوار حضرت شاہ ابوالفرح قمر الدین حسین المعروف بہ حضرت شاہ لطف علی منیری سے تھی۔ خلافت والد بزرگوار سے بھی تھی۔ آپ اپنے والد حضرت مخدوم شاہ دھومن کے بعد سجادہ ہوئے۔

حضرت مخدوم سید شاہ ابوالمظفر امجد حسین مرید و خلیفہ اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد سلطان چشتی نظامی سجادہ درگاہ چاند پورہ و بچھی کے ہیں۔ آپ کے خسر حضرت سید شاہ قطب الدین احمد فردوسی نے بھی اجازت خلافت سے نوازا اور اپنا جانشیں بنایا۔

حضرت مخدوم سید شاہ ابوالظفر فرید الدین احمد فردوسی منیری مرید و خلیفہ و جانشیں اپنے پدر بزرگوار حضرت مخدوم سید شاہ ابوالمظفر امجد حسینؒ قدس سرہٗ کے تھے۔

حضرت مخدوم سید شاہ ابوالفرح فضل حسین منیری مرید و خلیفہ و جانشیں اپنے برادر بزرگ حضرت مخدوم سید شاہ فرید الدین احمد منیری کے تھے۔

حضرت مخدوم سید شاہ دولت علی الملقب بہ شاہ امان اللہ فردوسی مرید و خلیفہ و جانشیں اپنے پدر بزرگوار حضرت مخدوم سید شاہ ابوالفرح فضل حسین منیری کے تھے۔

حضرت مخدوم سید شاہ ابوالظفر عنایت اللہ فردوسی منیری مرید و خلیفہ اپنے پدر بزرگوار حضرت مخدوم سید شاہ ابوالفرح فضل حسین قادری منیری کے تھے۔ اپنے برادر بزرگ حضرت مخدوم سید شاہ امان اللہ فردوسی منیری کے بعد سجادہ ہوئے۔ آپ کو خلافت اپنے برادر بزرگ سے بھی تھی۔

پدر بزرگوار حضرت مخدوم سید شاہ عنایت اللہ فردوسی کے بعد اس فقیر حقیر نور الدین احمد عنایت اللہ فردوسی سے خدائے عزوجل پیران سلاسل کی جوتیوں کے طفیل خانقاہ کے توسل سے خدمت خلق اور اشاعت و تبلیغ و ترویج سلاسل کا کام لے رہا ہے۔

حضرت مخدوم سید شاہ ابوالمظفر عنایت اللہ فردوسی

آپ کی پیدائش منیر شریف میں نومبر ۱۹۱۱ء میں ہوئی ۔آپ حضرت مخدوم سید شاہ فضل حسین قادری فردوسی منیری کے صاحبزادے تھے۔ اپنے برادرِ بزرگ حضرت سید شاہ امان اللہ فردوسی کے بعد مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نواسے حضرت سید شاہ محمد صادق شعیبی فردوسی شیخ پوروی ابن حضرت سید شاہ محمد باسط شعیبی فردوسی شیخ پوروی کے تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی پھر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں زیرِ تعلیم رہے۔ وہاں سے کلکتہ کے مدرسہ عالیہ میں داخلہ لیا۔ اپنے برادرِ بزرگ کے وصال کے بعد منیر آگئے اور تعلیم پوری نہ ہوسکی۔

آپ مرید و خلیفہ اپنے پدر بزرگوار کے تھے اور برادرِ بزرگ سے بھی خلافت تھی۔

حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کے بعد آپ کی سجادگی کا دور سب سے طویل ہے۔ آپ کے دور میں سلسلے کی ترویج و اشاعت کافی ہوئی۔ متوسلین کا حلقہ خاص طور پر بہار و بنگال میں ہے۔ پاکستان کے علاقہ پنجاب میں آپ کے خلیفہ شاہ مبارک علی فردوسی کی خانقاہ سے فیض جاری ہے۔ عدن میں آپ کے خلیفہ شاہ محمد زکریا فردوسی کے ذریعہ سلسلے کی اشاعت ہو رہی ہے۔ کولکاتا میں آپ کے خلیفہ رمضان علی شاہ نے سلسلے کو فروغ دیا۔ اُن کے بعد اُن کے لڑکے پاکستان چلے گئے۔ اُتری دیناجپور دکھنی دیناجپور اور مالدہ کے علاقہ میں آپ کے خلیفہ شاہ عبدالرزاق نے سلسلے کی خاطرخواہ ترویج و اشاعت کی۔ بھاگلپور میں آپ کے خلیفہ مولانا احمد اللہ فردوسی نے رُشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ حیدرآباد میں آپ کے خلیفہ شاہ سردار علی سہروردی قادری فردوسی کی خانقاہ کے ذریعہ فیض جاری ہے۔

درج بالا حضرات کے علاوہ حضرت سید شاہ مراد اللہ فردوسی منیری، سید شاہ برہان الدین فردوسی منیری، سید شاہ تقی الدین احمد فردوسی منیری، سید شاہ شہاب الدین علی احمد چشتی

منیری، سید شاہ طارق عنایت اللہ فردوسی منیری، سید شاہ ایمن فردوسی منیری، سید شاہ خالد فردوسی، سید شاہ علی فردوسی، سید شاہ کاشف رضا، سید شاہ حسن محمود، سید شاہ محمد زکریا فردوسی منیری، سید شاہ ضیاء الحسن فردوسی منیری اور فقیر نور الدین احمد عنایت اللہ فردوسی منیری کو بھی حضرت سے اجازت خلافت ہے۔

آپ نے اپنے دورِ سجادگی کے طویل عرصے کے لمحے لمحے کا بجا طور پر استعمال کیا۔ اسلاف کی روش پر گامزن رہے۔ اورادو وظائف ، رُشد و ہدایت، سلسلے کی ترویج و اشاعت اور زائرین، حلقہ بگوشوں اور متوسلین و مریدین کی دلجوئی و تالیف قلوب اور اُن کی مطلب برآری کے بعد جو بھی وقت ملتا اُسے مطالعہ میں صرف کرتے۔ تصوف کے نکات و رموز پر آپ کی گہری نظر تھی۔ حضرت مخدوم جہاں کے مکتوبات اور چند دوسری کتابوں کا ترجمہ کیا۔ علم تکسیر پر بھی آپ کو دسترس تھی۔ آپ کے سفینہ میں خانوادہ کے اوراد و وظائف، ذکر و اشغال، تعلیمات، تعویذات، نسخہ جات کے ساتھ تصوف کے دیگر سلاسل کے علاوہ خصوصاً قادریہ، سہروردیہ اور فردوسیہ کے اصطلاحات و استعارات کی تفصیل ہے۔

آپ کو حصول علم سے گہرا لگاؤ تھا۔ علم کی ترویج و اشاعت میں ہمہ دم مصروف رہے۔ اپنے لوگوں کو اس کی تلقین فرماتے، آپ کے متوسلین نے آپ کی تحریک پر متعدد جگہوں میں درس نظامیہ کے مدارس قائم کیے جن میں اُتری دیناجپور کے علاقہ ڈیہر کا مدرسہ فردوسیہ، بنگال باڑی علاقہ کا مدرسہ عنایتیہ، عماد پور بارسوئی کا مدرسہ فردوسیہ، چندر علاقہ کدوا ضلع کٹیہار کا مدرسہ عنایت العلوم، سری پور ضلع بردوان کا مدرسہ مخدوم العلوم، کلارا ضلع پورلیا کا مدرسہ فردوسیہ کرمانیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کے چار لڑکے فقیر نور الدین احمد عنایت اللہ فردوسی، سید شاہ برہان الدین احمد، سید شاہ تقی الدین احمد، سید شاہ شہاب الدین علی احمد اور تین لڑکیاں ہیں۔ آپ کا ۱ر دسمبر ۱۹۹۱ء کو اتوار کے دن خانقاہ منیر شریف میں وصال ہوا۔ آپ کے بعد یہ فقیر جاروب کشِ خانقاہ تاج فقیہی ہوا۔

دربار سلطان المخدوم میں سلاطین و امرا کا خراج عقیدت

محمود تغلق

''کتبات منیر'' از سید یوسف کمال بخاری دہلی میں مذکور ہے ''اس بات کی تاریخی شہادت ہے کہ سلطان محمود تغلق، سلطان محمد لودی، بابر اور مشہور موسیقار تان سین نے اس کی زیارت کی ہے، خانقاہ کی مسجد سلطان محمود کے حکم سے خزانہ شاہی سے ۷۹۸ھ/۱۳۹۶ء میں حماد خطیر بوزبیر کے اہتمام سے دوبارہ تعمیر ہوئی۔ یہ مسجد حضرت مخدوم شاہ جلیل الدین احمد منیری نے ۶۹۴ھ میں تعمیر کی تھی''۔

ہمایوں و غیاث الدین محمود

ڈاکٹر آسر بادی لال اپنی کتاب ''بھارت کا اتہاس'' میں لکھتے ہیں۔ ''بنگال کا سلطان غیاث الدین محمود شیر شاہ سے ہار کر اُسی وقت گھائل ہو کر حاجی پور پہنچا اور وہاں سے ہمایوں کے کیمپ میں منیر پہنچا۔ یہاں سے ہمایوں اس کو لے کر بنگال کے لیے روانہ ہوا لیکن غیاث الدین محمود کول گاؤں یعنی کہل گاؤں کے موضع میں مر گیا''۔ ''تاریخ سہسرام'' مطبوعہ الاصلاح پریس سہسرام صفحہ ۲۷-۲۹ میں مرقوم ہے کہ ''محمود شاہ بہزاد اپنی جان سلامت لے کر پٹنہ پہنچا صفحہ ۲۷۔ ''محمود شاہ بنگال کشتی کی راہ سے اپنے دارالسلطنت کو چھوڑ کر حاجی پور چلا آیا شیر خاں کو جب یہ خبر لگی تو بہار کے فتنہ کو فرو کر کے محمود شاہ کے پیچھے پڑا''۔ محمود شاہ بنگال زخمی ہو کر مع ہزیمت خوردہ فوج کے پٹنہ پہنچنے سے قبل ہمایوں سے آملا'' اس روایت سے بھارت کے اتہاس کی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔

سکندر لودی

'ہفت گلشن الٰہی'' مصنفہ کامور خان میں مرقوم ہے کہ ''سلطان سکندر لودی بہار را بمعتقدان خود سپردہ بہ درویش پور نمودہ در سنہ احدیٰ وتسع مائۃ بہ قصبہ منیر رفتہ بشرف زیارت

مزار شریف حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ دریافت و زرہائے وافر بہ دامن مجاوران و مستحقان ادیار ریخت و از انجا بطرف بنگال رواں شد''۔ پدر و پسر حضرت شیخ کمال الدین احمد یحییٰ منیری اور حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے اسمائے گرامی کے تقریباً یکسانیت کی بنا پر 'نفحتِ گلشنِ الٰہی'' میں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری تحریر ہوگیا ہوگا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سلطان سکندر لودی نے دونوں مزاروں پر حاضری دی ہو۔ سلطان ابراہیم لودی منیر تشریف لا چکے ہیں۔

فرّخ سیر

ابوالمظفر معین الدین محمد فرخ سیر حضرت تاج المشائخ مخدوم شاہ ہدایت اللہ منیری، سجادہ نشیں درگاہ منیر شریف کی خدمت میں بارہا حاضر ہوئے۔ حضرت تاج المشائخ نے بادشاہ کو ایک طویل تحریر ہدایت نامہ عطا فرمایا جو''ہدایت القواعد'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ہدایت پانچ باب پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک نامکمل نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں ہے جس کا عکس کتب خانہ خدا بخش پٹنہ میں ہے۔ کل صفحات ۱۴۴ ہیں۔ سن کتابت ۱۲۴۱ھ ہے۔ خانقاہ منیر میں بھی اس کی ایک نامکمل کاپی ہے۔

شاہ عالم

ابوالمظفر جلال الدین شاہ عالم عہد دولت میں حضرت مخدوم شاہ دولت علی المعروف خواجہ محمد بنیاد فردوسی آستانۂ حضرت سلطان المخدوم کی زیارت کو آئے۔ حضور سجادہ نشیں کو جو تحائف پیش کیا اُن میں دو مٹھائیاں ''نکتی کا لڈو'' اور ''تاج خانی'' املی کے پتے کے دونے میں پیش کیا۔ یہ دونوں مٹھائیاں حضور سجادہ نشیں اور اہل خانقاہ کو پسند آئیں۔ بادشاہ یہ سُن کر خوش ہوا اور اُس کی ہدایت پر شاہی باورچی نے خانقاہ کے باورچی کو ان دونوں مٹھائیوں کا نسخہ اور اس کی ترکیب سکھا دی۔ خانقاہ کے باورچی کے ذریعہ یہ نسخہ خانقاہ کے حلوائی تک پہنچا۔ رفتہ رفتہ ان دونوں مٹھائیوں کا نسخہ و ترکیب عام ہوگئی اور ان کی رسائی قصر شاہی سے دہقانوں کے جھونپڑوں تک ہوگئی۔ آج بھی منیر کے لڈو کی جتنی شہرت ہے وہ شہرت کسی اور جگہ کی شیرینی کو حاصل نہیں۔

نکتی کا لڈو جو اَب منیر کا لڈو کہلاتا ہے، پہلے بنولے کے بیج سے بنتا تھا۔ حلوائیوں

نے بنولے کے بیج کی کمیابی کی وجہ کر چنے کے بیسن کا استعمال شروع کیا۔

تاج خانی جاڑے کے موسم میں بنتی تھی۔ یہ کوڈو کے چاول سے بنتی تھی۔ تاج خانی کا رنگ سفید ہوتا تھا۔ یہ مٹھائی ہتھیلی کے برابر گول ہوتی تھی بیچ میں سوراخ ہوتا تھا۔ خستگی کا یہ عالم تھا کہ منہ میں رکھتے ہی گھل جاتی تھی۔ اب کوڈو کی فصل ناپید ہوگئی تو یہ شیرینی بھی مفقود ہوگئی۔

شاہ شجاع

سلطان ہند شہاب الدین شاہ جہاں کے دوسرے بیٹے شاہ شجاع کے عہد میں حضرت مخدوم شاہ مبارک مصطفیٰ جلال منیری کے آستانہ کی زیارت کے لیے منیر آئے۔

شاہ جہاں و عالم گیر

ابوالمظفر سلطان شہاب الدین شاہجہاں اور اورنگزیب عالمگیر نے بھی خانقاہ و آستانہ میں نذرات وتحائف پیش کیے ہیں۔

راجہ مان سنگھ

راجہ مان سنگھ اکثر حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ دوران گفتگو راجہ صاحب آیات قرآنی کا حوالہ دیتے تھے۔ ایک بار حضرت مخدوم نے راجہ صاحب سے فرمایا کہ اس درجہ فہم و دانش کے باوجود تم مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ راجہ صاحب نے حضرت مخدوم کو برجستہ عالمانہ انداز میں قرآن کے حوالہ سے جواب دیا کہ اللہ نے قلب پر مہر لگا دی ہے۔ اس جواب سے راجہ کی علمی صلاحیتوں اور فہم و دانش کا اندازہ ہوتا ہے۔ ''مآثر الامرا'' کے حوالے سے وسیلہ شرف مرتبہ برادرم ڈاکٹر سید شاہ طیب ابدالی مطبوعہ سلیمی برقی پریس الہ آباد کے صفحہ ۱۳۴ پر مرقوم ہے ''راجہ مان سنگھ پسر بھگوان چھواہہ گویند کہ در وقت رفتن منیر بصحبتِ شاہ دولت نامی (کہ از صاحب کمال آں وقت بود) رسید، شاہ گفت بایں ہمہ دانش وفہم چہ مسلمان نشوی'' راجہ عرض کرد کہ ''در کلام الٰہی واقع شدہ است'' **ختم اللہ علی قلوبھم**''۔

(۲)

عرس سلطان المخدوم

سلطان المخدوم حضرت شیخ کمال الدین احمد یحییٰ منیری ہاشمی قریشی قدس سرہ کا سالانہ عرس مبارک خانقاہ عالم پناہ میں ۱۰/۱۱/اور ۱۲/ شعبان کو ہوتا ہے۔ خانقاہ میں فاتحہ خاص اور قرآن خوانی کا مبارک سلسلہ چاندرات سے شروع ہوجاتا ہے۔ زائرین کی آمد بھی شروع ہو جاتی ہے۔ زائرین میں کئی طرح کے لوگ ہوتے ہیں، اکثر دوران عرس آتے ہیں اور فاتحہ و زیارت کے بعد چلے جاتے ہیں، بعض دو ایک پروگرام میں شریک ہوتے ہیں، ایسے زائرین بھی ہیں جو کل پروگراموں میں شریک رہتے ہیں، زائرین کا اژدھام رہتا ہے جسے جہاں موقع ملتا ہے ٹھہرتا ہے، زیادہ تر لوگ دونوں درگاہوں اور خانقاہ میں قیام کرتے ہیں۔ زائرین ہر فرقے کے ہوتے ہیں، اہل منیر ان کو مخدوم کا مہمان کہتے ہیں۔ ہر فرد کی تمنا ہوتی ہے کہ انھیں بھی مہمانان مخدوم کی میزبانی کا شرف حاصل ہو، دورانِ عرس مخدوم کی نگرانی قابل دید ہوتی ہے، ہر کس و ناکس مخدوم کا دیوانہ نظر آتا ہے۔ کسی طرح کا امتیاز نہیں ہوتا ہے۔ ہندو مسلمان کا اور مسلمان ہندو کا میزبان ہوتا ہے۔ دوران عرس منیر نگری حضرت مخدوم کی عقیدت میں میل جول اور یکجہتی کی جیتی جاگتی تصویر بن جاتی ہے۔ مخدوم کا تصرف ہے کہ اتنی بھیڑ بھاڑ کے باوجود بھی کسی طرح کی بدعنوانی نہیں ہوتی ہے۔ خانقاہ اور دونوں درگاہوں کے باہر دوکانیں لگتی ہیں جو میلے کی شکل اختیار کر لیتی ہیں، فی الحال سلطان المخدوم کے عرس پاک کے نظام اوقات و رسومات درج ذیل ہیں:

۸/شعبان سے خانقاہ کا خاص پروگرام شروع ہو جاتا ہے۔ ۸/شعبان سے ۱۴/شعبان کو حضرت سلطان المخدوم کے فاتحہ سیوم تک حضور سجادہ نشیں خانقاہ یا درگاہ کے حلقے سے باہر تشریف نہیں لے جاتے ہیں۔ فقرائے طریقت جن میں رفائیہ مداریہ قلندریہ

اور سدا سہاگ وغیرہ شامل ہوتے ہیں، حسب معمول ۹ رشعبان کو عصر کے وقت حضور سجادہ نشیں کے حضور میں حاضری دیتے ہیں اور سلام طریقۂ فقرا کے مطابق عشق اللہ فقر اللہ کہتے ہیں۔ حضور سجادہ نشیں جواب میں سدارا عشق یا صدارا عشق جمالِ فقرا کہتے ہیں، فقرا حضور سجادہ نشیں کے حضور میں شیرینی اور پان کا تحفہ پیش کرتے ہیں، ۹ رشعبان کو خانقاہ میں حاضری کے وقت سے عرس کے اختتام تک فقرا بغیر سِلا ہوا لباس زیب تن کرتے ہیں، اُن کا لباس کمر سے ذرا نیچا کپڑا ہوتا ہے جس کو بیچ سے چاک کر کے گلے میں ڈال لیتے ہیں، جسے فقرا کی اصطلاح میں کفنی کہتے ہیں، گلے میں تسبیح اور سر پر پگڑی ہوتی ہے، لباس سفید ہوتا ہے، فقرا کی پہلی حاضری کے وقت حضور سجادہ نشیں، حضرت امام محمد تاج فقیہ کے تکیہ سے ملحق اپنی گدی پر تشریف رکھتے ہیں یا اپنے حجرے میں ہوتے ہیں، دوران عرس فقرا اور ان کے لواحقین جنھیں اوائل کہتے ہیں خانقاہ کے مہمان ہوتے ہیں، فقرا کا قیام حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کے مقبرے میں رہتا ہے، فقرا کے قیام کی جگہ کو چوک کہتے ہیں، پہلے خانقاہ میں فقرا کی حاضری ۸ رشعبان کو ہوا کرتی تھی لیکن ابی و مرشدی حضرت مخدوم سید شاہ عنایت اللہ فردوسی قدس سرہ نے اپنے وصال سے پچیس تیس سال قبل فقرا کے حاضری کی تاریخ ۸ رشعبان کی جگہ ۹ رشعبان مقرر کر دیا ہے جو ہنوز رائج ہے۔

۹ رشعبان کو خانقاہ میں عوامی پروگرام نہیں ہوتا ہے، آج فقرا کو ان کے عہدے کے مطابق مع اُن کے اوائل کے خانقاہ کے لنگر سے سیدھا یا غلہ ملنے کا دن ہے۔ فقرا کی منظم تنظیم ہے۔ اس گروہ کے درمیان ان کے اختیارات عہدے کے مطابق ہیں، ان کے اہم عہدوں میں سرگروہ، کوتوال، نقیب اور بھنڈاری شامل ہیں، فقرا کے علاوہ جو لوگ اس گروہ میں شامل رہتے ہیں وہ اوائل کہلاتے ہیں۔ زمینداری کے خاتمے کے کچھ دنوں کے بعد سے غلے وغیرہ کے عوض فقرا کو خانقاہ کی جانب سے مقررہ رقم ملتی ہے۔

۱۰ رشعبان

آج سے خانقاہ کا عوامی پروگرام شروع ہوتا ہے جو اس طرح ہے بعد نماز فجر ختم کلام پاک، بعد نماز عصر خانقاہ میں فاتحہ سہ مُنی، دوران فاتحہ شرف الدین خاں نبیرہ حضرت مدح خاں غزنوی فردوسی نظامت کا فرض انجام دیتے ہیں اور بہ آواز بلند بزرگان کرام جن

میں حضرت امام محمد تاج فقیہ ہاشمی قریشی، حضرت مخدوم عماد الدین اسرائیل، سلطان المخدوم حضرت کمال الدین احمد یحییٰ منیری کے علاوہ سلسلہ سہروردیہ و فردوسیہ کے چند مخصوص بزرگوں کے نام کا الگ الگ اعلان کرتے ہیں اور فاتحہ کی ترکیب بتاتے جاتے ہیں جو اس طرح ہے۔ درود شریف ۱ بار، سورہ فاتحہ ۱ بار، آیۃ الکرسی ۱ بار، الم نشرح ۱ بار، سورہ اخلاص ۳ بار، درود شریف ۱ بار، تکبیر ۱ بار، فاتحہ کے اختتام پر قل ہوتا ہے، قل حضور سجادہ نشیں شروع کرتے ہیں یا اپنے کسی عزیز کو قل شروع کرنے کے لیے حکم دیتے ہیں، قل کے بعد انفرادی فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔

اشیائے فاتحہ

۱۱ کیلو آٹے کی اٹھاسی چپاتیاں بنتی ہیں۔ مٹی کی چوالیس ڈھکنیوں میں فی ڈھکنی دو روٹی کے حساب سے رکھی جاتی ہیں۔ ہر ڈھکنی میں مائدے یا آٹے کا تھوڑا حلوہ رہتا ہے ساتھ ہی ہر ڈھکنی میں ایک بیڑا پان اور پھول رہتا ہے۔ تھوڑا پانی بھی علیحدہ سے رہتا ہے۔ فاتحہ کے اختتام پر فقرا یا فضل پنجتن یا علی کا نعرہ لگاتے ہیں اور پنجتن کی شان میں بلند آواز سے منقبت پڑھتے ہوئے حضور سجادہ نشیں کے ساتھ حضرت امام محمد تاج فقیہ کے تکیہ پر آتے ہیں۔ سجادہ نشیں اُتر پورب کونے سے ذرا پچھم تشریف رکھتے ہیں، فقرا سجادہ نشیں سے انفرادی طور پر ملتے ہیں اور سامنے بیٹھ جاتے ہیں، شرف الدین خاں تمام حاضر فقرا کی فہرست مع اُن کے عہدے اور اوائل کے تیار کرتے ہیں، پھر فقرا کے درمیان سہ مُنی کے تبرک کی تقسیم شروع ہو جاتی ہے۔ سجادہ نشیں بھی فقرا کے گروہ میں شامل ہیں اس لیے روٹیوں کی تقسیم حضور سجادہ نشیں سے شروع ہوتی ہے۔ پہلے حضور سجادہ نشیں کو چالیس روٹیاں ملتی ہیں، پھر فقرا کو اُن کے عہدے کے مطابق مع اُن کے اوائل کے روٹیاں و بوٹیاں ملتی ہیں۔ اسی دن خانقاہ میں مروّجہ سہ مُنی کا فاتحہ بھی ہوتا ہے۔ بعد نماز عشا تقسیم تبرک ولنگر تبرک کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسی درمیان سماع خانہ میں مجلس سماع بھی شروع ہو جاتی ہے۔ منیر میں قوال نہیں رہے۔ قوالان بہار شریف، پھلواری شریف اور سہسرام وغیرہ سے آتے ہیں۔

دوران عرس حسب دستور مخصوص خاندان کے افراد ہی عقیدت و خلوص کے ساتھ خدمات زائرین اور عرس کے انتظامی امور کی ذمہ داریاں انجام دیتے ہیں۔

دولت پور آرہ شہر سے تقریباً تین چار کیلو میٹر شمال کی جانب واقع ہے۔ یہ گاؤں حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کے حین حیات ہی میں آپ کے مقرب متوسلین نے خیر و برکت کے حصول کے لیے آپ کی اجازت سے آپ کے نام پر آباد کیا تھا۔ بزرگوں کے طفیل اللہ کی رحمت خاص شامل حال ہے اور ہنوز اہل دولت پور کی عقیدت اسی انداز پر برقرار ہے، آج بھی صاحبان دولت پور خلوص و احترام کے ساتھ حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کی عقیدت میں روایتی انداز سے عرس کے انتظامی امور کی انجام دہی میں مستعد رہتے ہیں۔ دیگر امور کے علاوہ ان کے ذمہ گیارہ شعبان کا دن گزار کر بارہ شعبان کی شب میں رواق شریف میں حضرت سجادہ نشیں کے خصوصی غسل کی ذمہ داری شامل ہے، اس کے علاوہ خانقاہ میں طعام تبرک اور تقسیم لنگر اور بارہ شعبان کی صبح میں آستانۂ اقدس پر تقسیم تبرک کی ذمہ داری بھی اہل دولت پور کی ہے۔

تاج المشائخ حضرت مخدوم شاہ ہدایت اللہ منیری کے چہیتے مرید و خلیفہ حضرت مدح خاں غزنوی فردوسی کے نبیرگان روایات کی پاسداری کرتے ہوئے خلوص وعقیدت اور اعزاز واحترام کے ساتھ عرس کے ہر پروگرام میں شریک رہتے ہیں اور اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں منہمک نظر آتے ہیں۔ ان لوگوں کے علاوہ اور بھی لوگ خاندانی طور پر روایتی انداز میں عرس کے امور کی انجام دہی اور خدمت زائرین میں ہمہ تن مستعد رہتے ہیں۔

۱۱رشعبان کو بعد نماز فجر خانقاہ میں قرآن خوانی ہوتی ہے۔ دس بجے دن میں سماع خانہ میں مجلس سماع شروع ہو جاتی ہے۔ بعد نماز ظہر طعام تبرک اور تقسیم لنگر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور چادر کی روانگی تک جاری رہتا ہے۔ بعد نماز عشا ذکر سیرت پاک کا اہتمام ہوتا ہے۔۱۱بجے رات میں حضور سجادہ نشیں رواق میں غسل فرماتے ہیں۔ غسل کا انتظام اہل دولت پور کرتے ہیں، رواق کے آنگن میں چاروں طرف پردہ لگا دیا جاتا ہے۔ وہاں مٹی کے گھڑوں میں گیارہ گھڑا پانی، ایک بدھنا ایک چوکی اور ایک صابن رہتا ہے۔ اس پردے کے اندر صرف صاحبان دولت پور رہتے ہیں۔ یہ لوگ قدیم مرادآبادی بدھنے میں ہر گھڑے سے پانی لیتے ہیں اور حضور سجادہ نشیں کی طرف بڑھاتے جاتے ہیں۔ غسل کے بعد حضور سجادہ نشیں پردے سے متصل اُتر جانب تشریف رکھتے ہیں اور نوافل و وظائف میں مصروف ہو جاتے ہیں، اس کے بعد رواق شریف کے بڑے کمرے میں تشریف لے

جاتے ہیں اور پورب دیوار سے لگی چٹائی پر پچھم رُخ تشریف رکھتے ہیں، اس کمرے سے ملحق دکھن جانب حضرت سلطان المخدوم کا حجرہ ہے۔ پچھم دکھن کونے میں حضرت سلطان المخدوم کی اہلیہ حضرت بی بی رضیہ المعروف حضرت بڑی بوا بنت حضرت مخدوم سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی المعروف حضرت پیر جگجوت کی چوکی رکھی ہے، اس سے متصل وہ پتھر بھی رکھا ہوا ہے جس پر حضرت مخدوم جہاں بہیا کے جنگل میں قیام کے دوران موسلا دھار بارش میں اپنی والدہ کے یاد کرنے پر آپ کی خدمت میں تشریف لائے تھے اور اسی پتھر پر کھڑے ہوئے تھے اور پھر واپس ہوگئے۔ یہ رواق کا وہی کمرہ ہے جہاں چودہ قطب اور ایک روایت کے مطابق سترہ قطب ایک دسترخوان پر ہوتے تھے۔ اسی کمرے کے پچھمی اُتری حصہ کو جائے مولد مخدوم جہاں ہونے کا شرف حاصل ہے، کمرے کے طاقوں میں چراغ روشن رہتے ہیں، لوبان موم بتیاں اور اگربتیاں جلتی رہتی ہیں۔ خان صاحبان حضور سجادہ نشیں کو ملبوسات متبرکہ زیب تن کراتے ہیں۔ حضور سجادہ نشیں جامہ زیب تن کرتے ہیں۔ اس پر ایک قدیم خرقہ پہنتے ہیں، کمر میں پٹکا یا کمربند باندھتے ہیں، گلے میں حضرت نجم الدین کبریٰ ولی تراش کی سرخ عقیق کی تسبیح اور سر پر صاحب عرس سلطان المخدوم حضرت شیخ کمال الدین احمد یحییٰ منیری کی کلاہ مبارک رہتی ہے جس کے گرد سفید دستار لپٹی ہوتی ہے۔ کمرے کا دروازہ بند رہتا ہے۔اس دم ہر فرد اپنے کو آلائشوں سے پاک روحانی فضا میں محسوس کرتا ہے۔ اسی درمیان حضرت سجادہ نشینان و مخصوصین تشریف لے آتے ہیں، رواق کے صحن میں دروازے کے سامنے قوالان، مراثیان، مشعلچیان اور متوسلین و معتقدین و زائرین اسی انداز میں دم بخود کھڑے رہتے ہیں جیسے انھیں کسی حکم کا انتظار ہو، اسی درمیان کمرے کا دروازہ کھلتا ہے، مشعلیں روشن ہو جاتی ہیں شہنائیاں گونج اٹھتی ہیں۔ قوالان حمد و نعت کے نذرانے پیش کرتے ہیں، حضور سجادہ نشیں کمرے کی چوکھٹ کو بوسہ دیتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور صحن یا آنگن سے متصل ایک پتھر پر کھڑے ہو جاتے ہیں، مخدوم کے دیوانے حضور سجادہ نشیں کے انفرادی و اجتماعی وسیلے سے حصول فیضان کرتے ہیں۔ یہاں سے حضور سجادہ نشیں پھاٹک کی سمت آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں۔ سجادہ کے آگے دونوں طرف دو مشعلچی ہاتھوں میں مشعلیں لیے ہوتے ہیں اس کے آخر میں قوالان اور سب سے اخیر میں شہنائیاں ہوتی ہیں، پھاٹک سے باہر آتے ہی جب قوالان

''خود تاج بہ سر صورت شاہانہ برآمد دارائے جہاں شد
خود دلق ببر شکلِ گدایانہ برآمد دوکاں بہ دوکاں شد''

شروع کرتے ہیں تو فضا کیف ومستی میں ڈوب جاتی ہے، مجمع جھوم اٹھتا ہے۔ عوام وخواص حضور سجادہ نشیں کے توصل سے قوالوں کو نذرانے پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح خراماں خراماں چل کر پھاٹک سے باہر اُتر پورب کی جانب رکھے ایک پتھر پر کھڑے ہو جاتے ہیں کچھ توقف کے بعد آہستہ آہستہ تکیہ حضرت امام محمد تاج فقیہ کی سمت بڑھتے ہیں۔ تقریر کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، قوالان خموش ہو جاتے ہیں۔ شہنائیاں بند ہو جاتی ہیں، مشعل برداران وہیں رُک جاتے ہیں۔

حضور سجادہ نشیں سماع خانہ کے دکھنی دوسرے در کے پائے سے ملحق حضرت امام محمد تاج فقیہ کے تکیہ سے سٹے اپنی گدی پر اُتر رُخ تشریف رکھتے ہیں، اہل خانوادہ و دیگر سجادہ نشینان ونمائندگان خانقاہ تشریف فرما ہو جاتے ہیں۔ متوسلین، معتقدین: زائرین میں جن کو جہاں موقع ملا بیٹھ جاتے ہیں یا کھڑے رہتے ہیں، سجادہ نشیں کے سامنے دکھن رُخ شرف الدین خاں وسہیل خاں نبیرگان حضرت مدح خاں غزنوی فردوسی بیٹھ جاتے ہیں، عوام وخواص بوسیلۂ حضور سجادہ نشیں فیضان یحیٰ منیری سے مستفیض ہوتے ہیں اور نذورات پیش کرتے ہیں، نذورات سامنے بیٹھے شرف الدین خاں اور سہیل خاں لیتے جاتے ہیں، نذورات کا سلسلہ تقریباً ختم ہو جاتا ہے تو شرف الدین خاں یا سہیل خاں قوالوں کو اشارہ کرتے ہیں اور مجلس شروع ہو جاتی ہے۔ دوران مجلس رواج کے مطابق جو بھی نذریں آتی ہیں وہ مجلس کے کھڑی ہونے کے پہلے تک سجادہ کی نذر میں شمار ہوتی ہے اور مجلس کے کھڑی ہونے کے بعد کی نذریں قوالوں کے حق میں جاتی ہیں، قوالوں کی متعدد چوکیوں کو باری باری سے موقع دیا جاتا ہے۔ قوالوں کی زبانی معشوق کی کہانی اور حقیقت ومعرفت کا پیغام عجیب رنگ پیدا کر دیتا ہے، محفل کیف ومستی میں ڈوب جاتی ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انوار کی بارش ہے، فیض کا دریا ہے، کرم کا چشمہ ہے جو اُمڈا آرہا ہے، قوالان جب حضرت خواجہ رُکن الدین عشق ابوالعلائی کی منقبت پیش کرتے ہیں جس کا مطلع ہے۔

''برتر ہے میری فکر سے وہ ذات ہے تیری
کرتا ہوں ادب سے تری خدمت میں دلیری''

اور جب قوالان درج ذیل اشعار پر پہنچتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ محفل دم بخود ہے، دور

فیضان جاری ہے اور حاضرین عرس نے اپنی اپنی مرادیں پالی ہیں۔

دروازے پہ تیرے جو کوئی عجز سے آوے
البتہ یقیں ہے کہ وہ محروم نہ جاوے
قسمت میں اگر اس کے نہ ہو تو بھی وہ پاوے
تو وہ ہے کہ تقدیر کی بگڑی کو بناوے

قوالان متقدمین کا کلام پیش کرتے ہیں، جن میں عربی کی حمد یا نعت یا پھر ہندی، فارسی یا اُردو کا مخصوص کلام ہوتا ہے، ہندی کلام کا نمونہ۔

جھا جھر نیّا کھیوت سَوار، بیچ بھنور موری ناؤ
یحییٰ منیری موہے پار اُتارو، گر یہوں میں چرن تمھاری، سنو موری یحییٰ منیری

سماع کے درمیان ہی حضور سجادہ نشیں حویلی میں تشریف لے جاتے ہیں۔ مجلس میں آپ کی نیابت آپ کے صاحبزادے کرتے ہیں۔ حویلی میں حضور سجادہ نشیں کو دودھ اور کھاجا پیش کیا جاتا ہے، جسے آپ اُولش فرماتے ہیں۔ پھر مخصوص مستورات کے درمیان بطور اُولش تبرک تقسیم کرنے کے بعد خانقاہ میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں اُسے مخصوصین کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے۔

اُس کے بعد حضور سجادہ نشیں اپنے حجرے میں تشریف لاتے ہیں، یہاں آپ کی نگرانی میں چادر اور شیرینی وغیرہ کو سینیوں اور ٹوکروں میں سجایا جاتا ہے۔ حضور سجادہ نشیں کے ذریعہ پھول کی چادر چڑھائی جاتی ہے، سامان متعدد سینیوں میں سجایا جاتا ہے، حضرت سلطان المخدوم کی چادر چوبی سینی میں رکھی جاتی ہے، اُسے سرکاری چادر کہتے ہیں، بقیہ چادریں ٹوکریوں یا سینیوں میں ہوتی ہیں، دوسری سینی میں حضرت سلطان المخدوم کے قل و فاتحہ کا الائچی دانہ ہوتا ہے، کیوڑہ، گلاب، اگر کی بتیاں وغیرہ بھی سینیوں میں ہوتی ہیں، صندل کا مسالہ تانبے کی اوسط پتیلی میں رکھا جاتا ہے۔ صندل پیسنے والا کا خاندان اب منیر میں نہیں رہا، اس لیے کسی بھی مناسب آدمی سے یہ خدمت لے لی جاتی ہے۔ قل کی شربت بنانے والے خانقاہ کے خاص حلوائی کا گھرانہ منتشر ہوگیا، لہٰذا اُسی گھرانے کے بتائے ہوئے نسخے اور ترکیب کے مطابق گڑ کا گیارہ گھڑا شربت خانقاہ کے خادم خاص محمد اسحاق فردوسی بناتے ہیں اور خاص لوگوں کے ذریعے اسے درگاہ شریف بھیجنے کا انتظام بھی کرتے ہیں۔

چادر وغیرہ کی درستگی کے بعد حضور سجادہ حجرے سے سماع خانہ میں تشریف لاتے

ہیں۔ ان کے ساتھ صاحبزادگان، عزیزان، خان صاحبان ومخصوصین اُن سینیوں اورٹوکریوں کو ادب سے اپنے اپنے سروں پر رکھے سماع خانہ تک لاتے ہیں، سجادہ نشیں اپنے سجادہ پر تشریف فرما ہو جاتے ہیں اور یہ صاحبان ان سینیوں اور ٹوکریوں کو سجادہ نشیں کے آگے قرینے سے سجا دیتے ہیں، کچھ دیر کے بعد یہی حضرات ان سینیوں اورٹوکریوں کو اپنے اپنے سروں پر رکھتے ہیں اور چادر کا جلوس آستانۂ مخدوم کے لیے روانہ ہو جاتا ہے۔ سرکاری چادر کو خانقاہ سے آستانۂ مخدوم تک حضور سجادہ نشیں کے صاحبزادگان، عزیزان، خانصاحبان اور مخصوصین ہی لے جاتے ہیں۔

حضور سجادہ نشیں حضرت امام محمد تاج فقیہ کی تکیہ کو بوسہ دیتے ہوئے روانہ ہوتے ہیں، جیوں ہی آپ اٹھتے ہیں مجلس کھڑی ہو جاتی ہے، لوگ آہستہ آہستہ سجادہ نشیں کے ساتھ چلتے ہیں، سجادہ نشیں کے استقبال میں سماع خانہ کی سیڑھی کے نیچے دو مشعلچی ہاتھوں میں مشعلیں لیے کھڑے رہتے ہیں، پھر قوالان ومہمانان مخدوم اُن کے بعد مراثی وفقرا رہتے ہیں دیگر سجادہ نشینان ومخصوصین حضور سجادہ نشیں کے گرد رہتے ہیں۔

رسم کے مطابق حضور سجادہ نشیں کے غسل سے قبل ہی خانقاہ سے فقرا کے چوک میں خبر کر دی جاتی ہے کہ حضور سجادہ نشیں غسل کے لیے تشریف لے گئے ہیں، غسل کے بعد دوسری خبر بھیجی جاتی ہے کہ غسل فرما چکے ہیں، تیسری خبر جاتی ہے کہ سارا سامان درست ہو چکا ہے آپ لوگوں کا انتظار ہے۔ بار بار خبر بھیجنے کی وجہ یہ ہے کہ فقرا خانقاہ آنے سے پہلے تالاب میں غسل کر کے نوافل ادا کرتے ہیں جس میں دیر ہو جاتی ہے۔ موسم کوئی بھی ہو صرف تہبند وکفنی ہی پہن کر آتے ہیں، راستہ بھر یہ منقبت پنجتن پڑھتے ہوئے یا فضل پنجتن یا علی کا نعرہ لگاتے جاتے ہیں۔

حضور سجادہ نشیں سماع خانہ کی سیڑھی سے چل کر سماع خانہ سے متصل پورب جانب خانقاہ کے صدر پھاٹک پر حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کے حجرے کے سامنے فاتحہ خوانی کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں، پھاٹک کے اختتام پر بھی کچھ دیر ٹھہرتے ہیں، پھر آگے بڑھ کر خانقاہ کے نشیب میں گنج شہدا پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں، جامع مسجد میں واقع بانی مسجد ہذا حضرت مولانا عبدالشکور منیری کے مزار کے سامنے فاتحہ خوانی کے بعد مسجد کے صدر دروازہ کے سامنے پورب کی سڑک سے آگے بڑھتے جاتے ہیں، کچھ دور جا کر دکھن کی طرف مڑ

جاتے ہیں یہ راستہ سیدھے آستانہ اقدس کو گیا ہے۔

رسمیں عمل سے وجود میں آتی ہیں، بہت دن پہلے اَبی و مرشدی حضرت مخدوم سید شاہ عنایت فردوسی قدس سرہ کو چادر لے جاتے وقت تشنگی محسوس ہوئی، عبدالحلیم فردوسی کا مکان قریب تھا۔ فردوسی نے حضور سجادہ نشیں کو اپنے مکان کے سامنے ٹھہرا لیا، آپ نے پانی نوش فرمایا اور فردوسی کو دعائیں دیں فردوسی کی خوشی کی انتہا نہ رہی، اگلے سال بھی وہ پانی لیے تیار کھڑے تھے، حضور سجادہ نشیں نے پانی نوش فرما لیا تو اُن کے جذبۂ عقیدت کو مزید تقویت پہنچی۔ اُن کے پاکستان جانے کے بعد اُن کے بھائیوں ماسٹر مقیم الدین منیری اور ماسٹر کلیم الدین سہروردی نے نہ صرف رسم کو قائم رکھا بلکہ چائے کا اضافہ بھی کر دیا۔ حضور سجادہ نشیں اس سے ذرا آگے سڑک کے پچھم کچھ اونچائی پر گنج شہدا پر فاتحہ خوانی کے بعد چھوٹی درگاہ کے روضہ کے قریب حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کے مزار اقدس کے سامنے فاتحہ پڑھتے ہیں اور پھر آگے بڑھ کر حضرات بلخ، حضرت خطیر الدین ابدال، حضرت شیخ مومن عارف یمنی، حضرت نامدار مصری و حاجی حرمین وغیرہ کو ایصال ثواب پہنچاتے ہوئے آستانۂ یحییٰ منیری پر پہنچ جاتے ہیں، فقرا حسب دستور نعرہ لگاتے جاتے ہیں، رفاعیہ سلسلے کے فقرا مقررہ جگہوں پر گرز لگاتے ہیں، سجادہ نشیں گرز لگانے والے فقیر کو اپنے دست مبارک سے پان دیتے ہیں ساتھ ہی دعائیں دیتے ہیں، بزرگوں کے فیض سے ذرا بھی خون نہیں نکلتا ہے، حضور سجادہ نشیں آستانۂ مخدوم کے اُتری دروازے سے چوکھٹ کو بوسہ دیتے ہوئے داخل ہوتے ہیں، دو قدم کے بعد پچھم بڑھتے ہیں پھر دکھن مڑ کر حضرت مخدوم کے آستانے کے اندرونی احاطہ کی پوربی جالی سے سٹے دکھن کی طرف بڑھتے ہیں پھر پچھم مڑ کر چند قدم جا کر مرقد مخدوم پر پہنچ جاتے ہیں، قوالان خموش ہو جاتے ہیں اور حضور سجادہ نشیں مرقد اقدس کو بوسہ دیتے ہیں اور پائنتی میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور پائنتی کی طرف سے پھولوں کی چادر چڑھاتے ہیں، اُس دم مرقد مخدوم بقعۂ نور بن جاتی ہے۔ انوار کی ضیا پاشیاں ہوتی ہیں، وہ لمحہ نزول رحمت و برکات کا ہوتا ہے۔ ہر فرد مئے مخدوم منیری کے نشے میں سرشار نظر آتا ہے، روحانیت کی حکمرانی ہوتی ہے، پورے مجمع پر یکساں ماحول طاری رہتا ہے، حاضرین محسوس کرتے ہیں ''کہ جن کا عرس ہے وہ خود بھی آئے عرس کے دن'' وابستگان و عقیدت مندان خصوصی طور پر اپنے نیک مقاصد کے حصول کے لیے حضرت مخدوم

کے توسل سے دعائیں کرتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں، چادر پوشی کے بعد حضور سجادہ نشیں حضرت مخدوم کے سرہانے پہلے سے رکھے ہوئے گھی کے گیارہ مٹی کے چراغوں کو روشن کرتے ہیں۔ یہ منظر بھی عجیب ہوتا ہے، مجاورِ آستانہ فلیتہ روشن کر کے سجادہ نشیں کی طرف بڑھاتے ہیں، سجادہ نشیں چراغوں کو روشن کرتے جاتے ہیں، اگر کوئی چراغ گل ہو جاتا ہے تو اس کو دوبارہ روشن کرتے ہیں۔ چراغوں کو خاص قاعدے کے تحت تیار کیا جاتا ہے۔ اسے اہل عقیدت مقصد براری کے لیے خاص ترکیب سے روشن کرتے ہیں اور مخدوم منیری کے فیض سے کامیاب ہوتے ہیں۔

حضور سجادہ نشیں کے آستانہ میں داخل ہوتے ہی قیام آستانہ تک کی خدمات خاص خان صاحبان کے سپرد ہو جاتی ہیں۔ یہ حضرت مخدوم کی پائنتی میں بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے فرائض منصبی کے انجام دہی میں مشغول ہو جاتے ہیں اُس وقت کی نذریں خانقاہ کی ہوتی ہیں۔

چراغوں کو روشن کرنے کے بعد حضور سجادہ نشیں مرقد مخدوم سے پچھم لوہے کے دروازے کے دکھن پائے سے لگ کر کھڑے ہوتے ہیں ،رُخ مرقد مخدوم کی طرف ہوتا ہے۔قل شروع ہوتا ہے، چراغوں کو روشن کرنے اور قل شروع ہونے کے درمیان اگر کوئی چراغ گل ہو جاتا ہے تو حضور سجادہ نشیں کے حکم سے آپ کے صاحبزادے سید شاہ طارق عنایت اللہ فردوسی اسے دوبارہ روشن کرتے ہیں۔

قل حضور سجادہ نشیں یا تو خود شروع کرتے ہیں یا کسی دوسرے کو قل شروع کرنے کا حکم دیتے ہیں، قل کے اختتام پر فقرا نعرہ لگاتے ہیں، زائرین فجر کی نماز کی تیاریوں میں لگ جاتے ہیں، نماز درگاہ کی مسجد میں ہوتی ہے، بعد نماز حضور سجادہ نشیں مرقد مخدوم سے پچھم مرقد مخدوم کی طرف رُخ کر کے تشریف رکھتے ہیں، آپ کے سامنے صندل کی پتیلی لائی جاتی ہے، آپ اپنے دست مبارک سے صندل کے سَفوف اور چند دیگر پسی ہوئی جڑیوں کو کیوڑہ وگلاب وعطر میں ملاتے ہیں، اُسی درمیان شربت و الائچی دانے کے تبرک کی تقسیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، سب سے پہلے ایک گھڑا شربت حجرۂ مخدوم میں رکھ دیا جاتا ہے، اس کے بعد حضور سجادہ نشیں کے سامنے مٹی کے بدھنے میں شربت لایا جاتا ہے اور اُس شربت کو مٹی کے کوزہ میں ڈھال کر ادب سے حضور سجادہ نشیں کو پیش کیا جاتا ہے، آپ اس شربت کو اُونش فرما کر کسی کی طرف بڑھا دیتے ہیں، ایک گھڑا شربت فقرا کو اور ایک گھڑا

شربت قوالوں میراثیوں اور مشعلچیوں وغیرہ کو ملتا ہے۔ صندل کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، یہ منظر قابل دید ہے، فقرا ساتھ رہتے ہیں، صندل کی پتیلی کسی فقیر کے ہاتھ میں رہتی ہے، پان کی ٹوکری مجاور کے ہاتھ میں اور ملگجن کے پھول کی ٹوکری کسی اور کے ہاتھ میں رہتی ہے، رسم وصندل ، فاتحہ سہ منی اور فاتحہ سیوم وغیرہ کا پان خاص ترکیب سے تنبولیوں کے مخصوص گھرانے ہی والے بناتے ہیں اسے کنواری کھیلی کہتے ہیں، کیلے کے پتے کے چھوٹے ٹکڑے میں تھوڑا چونا ہوتا ہے، اس میں ڈلی ڈال کر اوسط سائز کے پان پر رکھ کر اسے لمبائی کی طرف سے آدھا موڑ دیتے ہیں اور کچے دھاگے سے باندھ دیتے ہیں۔

صندل کی ابتدا حضرت سلطان المخدوم کے مزار پاک سے ہوتی ہے۔ حضرت مخدوم کے مزار پاک کے سرہانے چادر کا داہنا حصہ ہٹا دیا جاتا ہے۔ فقیر طریقت صندل کی پتیلی آگے بڑھا دیتے ہیں، صندل چڑھاتے ہی مجاور پان کی گیارہ بیڑیاں پیش کرتے ہیں، جسے سجادہ نشیں صندل کے اوپر رکھ دیتے ہیں، پھر حضور سجادہ نشیں کو ملگجن کے چند پتے دیئے جاتے ہیں جس سے آپ صندل اور پان کو ڈھاک دیتے ہیں۔ چادر برابر کر دی جاتی ہے،اسی طرح خاص مزاروں پر صندل کے اوپر پانچ بیڑے، بقیہ اہل خانوادہ کے مزاروں پر صندل کے اوپر دو بیڑے پان رکھے جاتے ہیں۔ مخصوص مزاروں پر رسم صندل کی ادائیگی کے بعد حضور سجادہ نشیں حضرت سلطان المخدوم کے حجرے کے سائبان میں آفتاب نکلنے کے پہلے تک تشریف رکھتے ہیں۔ بقیہ مزاروں پر آپ کے صاحبزادے سے سید شاہ طارق عنایت اللہ فردوسی رسم صندل انجام دیتے ہیں۔

آفتاب نکلنے کے بعد آستانۂ اقدس پر دوسرا قل ہوتا ہے، اس کے بعد حضور سجادہ نشیں درگاہ کے پچھّم کے راستے ''باب غزنی'' سے ہوتے ہوئے سیڑھیوں سے اُتر کر تالاب کے پورب سے اُتر کی جانب خراماں خراماں تالاب کے اُترّ پورب کونے سے پچھّم مڑ کر روضۂ حضرت مخدوم شاہ دولت منیری میں دکھن کے دروازے سے داخل ہوتے ہیں، حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کے مزار اقدس پر رسم چادر پوشی و رسم صندل انجام دیتے ہیں، بقیہ مزارات پر یہ رسم سید شاہ طارق عنایت اللہ فردوسی انجام دیتے ہیں، حضور سجادہ نشیں روضہ کے سائبان کے اُترّ پچھّم کونے پر تشریف رکھتے ہیں، آپ کے گرد فقرا و متوسلین رہتے ہیں، زائرین قطار باندھے کھڑے رہتے ہیں، اور عقیدت کے نذرانے پیش کرتے ہیں، حضور

سجادہ نشیں ان لوگوں کے درمیان صندل تقسیم کرتے ہیں اور انھیں دعاؤں سے نوازتے ہیں، اس کے بعد خانقاہ تشریف لے آتے ہیں، یہاں زیارت تبرکات کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہوتی ہیں، سماع خانہ میں شامیانہ کے نیچے فرش پر کمخواب کا چھوٹا شامیانہ لگا ہوتا ہے، اس کے اوپر زیارت کی چوکی ہوتی ہے، اس پر چادر بچھی ہوتی ہے، یہاں متوسلین و زائرین حضور سجادہ نشیں کے منتظر ہوتے ہیں۔ سجادہ نشیں حویلی میں تشریف لے جاتے ہیں، کچھ دیر بعد خبر آتی ہے اور خواص حویلی میں چلے جاتے ہیں، حویلی کا صدر دروازہ بند ہو جاتا ہے، کچھ دیر بعد دروازہ کھلتا ہے۔ حضور سجادہ نشیں سر پر تبرکات کا بکس لیے کھڑے ہیں، ان کے گرد عزیزان و خواص رہتے ہیں، قوالان نعت خوانی میں مصروف رہتے ہیں، شہنائیوں پر نعت شریف کی دُھنیں سنائی دیتی ہیں، حضور سجادہ نشیں پھاٹک کی سیڑھی سے اُتر کر آگے بڑھتے ہیں۔ دائیں مڑ کر خانقاہ کے آنگن کے چبوترے کی سیڑھیوں پر قدم رنجہ فرماتے ہوئے دکھن کی سمت بڑھتے ہیں، حجرے کے اُتری سائبان کے در سے داخل ہو کر حجرے سے ہوتے ہوئے پچھمی دروازے سے حجرے کے پچھمی سائبان میں آجاتے ہیں۔ وہاں سے سماع خانہ کی سیڑھیوں تک راستے میں بچھے ٹاٹ یا دری سے گزرتے ہوئے سماع خانہ میں زیارت کی چوکی تک آجاتے ہیں، سر سے تبرکات کا بکس اُتار کر چوکی پر رکھتے ہیں، تبرکات لکڑی کے چھوٹے بکس میں قرینے سے سجے ہیں، بکس کے بیرونی و اندرونی حصے میں سُرخ مخمل لگا ہے جس پر اندر و باہر چاندنی کا حسین پتر لگا ہے، بکس کے ڈھکن کے اندرونی حصے میں زری کا کام بنا ہوا ہے، بیچ میں کلمۂ طیبہ لکھا ہے اور چاروں کونے پر خلفائے کرام کے اسمائے گرامی تحریر ہیں۔ بکس پر متعدد منت کے غلاف چڑھے رہتے ہیں پھر اسے مختلف کپڑوں سے باندھ دیا جاتا ہے، پہلے تبرکات ٹوکرے میں رہتے تھے۔ محلے میں مہمان آتا یا کسی کی خواہش زیارت کرنے کی ہوتی تو ٹوکرا اُس کے گھر چلا جاتا تھا، اکثر ایک گھر سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے گھر جاتا رہتا تھا، اس طرح تبرکات ضائع ہوتے گئے، اُسی وجہ کر حضرت سید شاہ امجد حسین چشتی فردوسی نے اپنی دور سجادگی میں حفاظت کے مدنظر یہ بکس بنوایا، خانقاہ کے حلقے سے باہر تبرکات کے جانے پر پابندی لگا دی اور عرس و ربیع الاوّل کے موقع پر ہی تبرکات کی زیارت کو رواج دیا۔

بکس کھلتا ہے، اوپر خانۂ کعبہ کے غلاف کے چند ٹکڑے ہیں، جن میں وہ ٹکڑا بھی

شامل ہے جو حضرت امام محمد تاج فقیہ کے ساتھ آیا تھا، خانۂ کعبہ کے ٹکڑے کو حضور سجادہ نشیں بکس کے متصل پورب طرف رکھ دیتے ہیں اور اس کا کچھ حصہ بکس کے نیچے دبا دیتے ہیں، زائرین اسے بوسہ دیتے ہیں، بکس کے اندر داہنی طرف اوپر سے نیچے تک چھوٹے چھوٹے متعدد خانے بنے ہیں، بکس کے بائیں طرف اوپر سے نیچے تک ایک ہی خانہ بنا ہے جس میں اندرون خانۂ کعبہ کے غلاف کا سُرخ رنگ کا ٹکڑا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی چادر یا غلاف کا سبز رنگ کا ٹکڑا وغیرہ رکھا ہے، اوپر کی طرف بھی بکس میں چند چھوٹے خانے ہیں جن میں تبرکات ہیں، چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک اور سر مبارک کے موئے مبارک وغیرہ ہیں۔ چھوٹے ڈبے میں سفید پکھراج کی چاندی کی انگوٹھی میں پکھراج کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے، جس میں مہدی کا خضاب لگا ہے۔ بیچ کے بڑے خانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کلاہ مبارک رکھی ہے، اس پر گول شیشہ لگا ہوا ہے۔ ہم لوگ اس کلاہ مبارک کو ادباً تاج مبارک کہتے ہیں، سماع خانہ میں زیارت کے بعد حویلی میں مستورات کو زیارت کرائی جاتی ہے، حضور سجادہ نشیں سماع خانہ میں تشریف لے آئے، زائرین کے رخصت ہونے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

۱۳رشعبان کو رواق میں ایک بجے دن میں سلطان المخدوم کے سیوم کا فاتحہ ہوتا ہے، چوالیس مٹی کی ڈھکنیوں میں بغیر رنگ کا سادہ پلاؤ، دہی اور پان ہوتا ہے، فاتحہ کے وقت حضور سجادہ نشیں موجود رہتے ہیں، لوگ انفرادی طور پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں، اس کے بعد عرس کا پروگرام اختتام پذیر ہوجاتا ہے، طعام تبرک کے بعد زائرین رخصت ہونے لگتے ہیں، کچھ لوگ شب برات تک قیام کرتے ہیں، اس طرح خانقاہ میں چاند رات سے شب برات تک ہماہمی رہتی ہے۔

نوادرات وتبرکات خانقاہِ منیر شریف

(۱) سلطان المخدوم حضرت شیخ کمال الدین احمد یحییٰ منیری کی اہلیہ محترمہ مخدومہ بی بی رضیہ معروف بہ حضرت بڑی بوا کے نماز ادا کرنے اور عبادت کرنے کی ایک چوبی چوکی ہے جو کافی بوسیدہ ہو چکی ہے۔ یہ چوکی لکڑی کی ایک ہی سلّی میں بنی ہوئی ہے، اس میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ یہ چوکی رواق شریف میں موجود ہے جو اپنی

قدامت کے علاوہ ضعف کے اعتبار سے بھی قابل دید ہے۔ اسی طرح کی ایک چوکی دلی میں حضرت چراغ دہلی کی درگاہ کے احاطہ میں رکھی ہے جو ابھی اچھی حالت میں ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ چوکی بعد کی ہو۔

(۲) قطب الاقطاب خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ ولی تراش کی سرخ عقیق کی ایک تسبیح ہے جو آپ نے حضرت سلطان المخدوم کو عطا فرمائی تھی۔ اس تسبیح کو سجادہ نشیں حضرت سلطان المخدوم شیخ کمال الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے موقع پر ۱۲رشعبان کی شب میں رواق شریف میں غسل کے بعد گل پوشی و رسم صندل کے لیے آستانۂ اقدس کے لیے روانگی سے پہلے بزرگوں کے ملبوسات کو زیب تن فرمانے کے بعد گلے میں پہنتے ہیں۔

(۳) خانقاہ میں ایک سفید کپڑے کا قرآنی خرقہ ہے جس پر نہایت باریک حروف میں کلام پاک تحریر ہے۔ اکثر تحریر مسخ ہو چکی ہے پھر بھی باقی حصہ بہ آسانی پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ خرقہ بھی حضرت سلطان المخدوم کو حضرت ولی تراش قدس سرہ نے عطا فرمایا تھا۔ یہ خرقہ بھی سجادگان حضرت سلطان المخدوم کے عرس کے موقع پر دیگر ملبوسات متبرکہ کے ساتھ زیب تن کرتے آئے ہیں۔ یہ پہلے عرس مبارک سے لغایت ابی و مرشدی حضرت سید شاہ عنایت اللہ فردوسی قدس سرہ کے دورِ سجادگی کے اخیر تک حضرت کے عرس کے موقع پر زیب تن کیا جاتا رہا مگر اس کی تقدس و بوسیدگی کے مدنظر میں نے اسے صرف اپنی سجادگی کے دن ہی استعمال کیا تھا۔ حضرت ابی و مرشدی اپنی دورِ سجادگی میں تقریباً پچاس سال پہلے تک عیدین و عرس کے موقع پر زیب تن کیا کرتے تھے۔ عیدین کے لیے عم بزرگوار حضرت سید شاہ مراد اللہ فردوسی کی ایما اور حضرت ابی و مرشدی کی اجازت سے عم بزرگوار نے ایک نیلی رنگ کی ریشمی چادر کے ٹکڑے سے جس پر سیاہ ریشم سے اللہ لکھا ہے ایک خرقہ اپنے ہاتھوں سے تیار کیا۔ یہ چادر حضرت مخدوم شاہ عنایت اللہ منیری ابن حضرت مخدوم شاہ اشرف منیری مکہ مکرمہ سے لائے تھے۔ اس خرقہ کو حضرت ابی و مرشدی حضرت سید شاہ عنایت اللہ فردوسی نے اپنی سجادگی کے دورِ اخیر تک عیدین کے موقع پر بھی زیب تن کیا۔ یہ خرقہ بوسیدہ ہو چکا ہے مگر میں

عرس اور عیدین کے موقع پر اسی کو استعمال کرتا ہوں۔

(۴) حضرت سلطان المخدوم کے دستِ مبارک کی تیار کی ہوئی سفید کلاہِ مبارک ہے جسے سجادہ نشیں حضرت سلطان المخدوم کے عرس مبارک کے موقع پر ۱۲ر شعبان کی شب کو دیگر ملبوسات متبرکہ کے ساتھ زیب سر کرتے ہیں۔

(۵) حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کی کلاہِ مبارک کو سجادہ نشیں عیدین کے موقع پر زیب سر کرتے ہیں۔ اس سے پہلے سجادگان کرام عیدین کے موقع پر بھی حضرت سلطان المخدوم کی کلاہ زیب سر کیا کرتے تھے۔

(۶) حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کی سرخ عقیق کی تسبیح کو سجادہ نشیں دیگر ملبوسات متبرکہ کے ساتھ گلے میں پہنتے ہیں۔ اس سے پہلے عیدین کے موقع پر بھی حضرت نجم الدین ولی تراش قدس سرہ کی تسبیح استعمال ہوتی تھی۔

(۷) شاہ عالم بادشاہ کی نذر کی ہوئی سفید مصلّٰی پر ہلکے زرد ریشم کا پھول بنا ہوا ہے۔ سجادہ نشیں اسی پر عیدین کی نماز ادا کرتے ہیں۔

(۸) شاہ عالم بادشاہ کا نذر کردہ مختلف قسموں سے اور مثلث نما کپڑوں سے تیار کیا ہوا بوسیدہ اور نا قابل استعمال دوشالہ صنعت کے اعتبار سے قابل دید ہے۔

(۹) مغلیہ دور کا مختلف قسم کے چوکور کپڑوں کا بنا دوشالہ قابل دید ہے۔

(۱۰) نیلے رنگ کی قدیم ریشمی چادر کا ذکر خرقے کے سلسلے میں ہو چکا ہے۔

(۱۱) بزرگوں کے چند قدیم ملبوسات وضع قطع کے اعتبار سے قابل دید ہیں۔

(۱۲) حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی کا سفید رنگ کا امامہ ہے۔

(۱۳) حضرت امام محمد تاج فقیہ کا کپڑے کا زین پوش کا ٹکڑا نہایت بوسیدہ حالت میں ہے۔ سجادگی کے موقع پر ہونے والے سجادہ کی نشست اسی زین پوش کے ٹکڑے پر رہتی ہے۔ ان کے علاوہ بھی تبرکات ہیں، جن میں بعض کی زیارت عرس اور ربیع الاول شریف کے موقع پر ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل حضرت سلطان المخدوم کے عرس کے سلسلے میں درج ہے۔

***

منیر میں بابر کی آمد

وقائع بابر مصنفہ ظہیر الدین محمد بابر کا ترجمہ فارسی میں عبدالرحیم خاں خاناں نے اور اردو میں جناب یونس جعفری نے کیا ہے۔ حواشی و جزئیات کا اضافہ جناب حسن بیگ بن مرزا محمد علی بیگ نے کیا ہے جو شہر بانو پبلشرز، ۱۷ امیتھون روڈ کریکاڈی K.Y. 11 T. S. برطانیہ سے شائع ہوا ہے، سنہ اشاعت ۲۰۰۷ء ہے، ذخیرہ کتب انڈس پبلی کیشنز کراچی ہے۔
وقائع بابر کے اس ترجمے کے صفحہ ۳۳۰ پر ''کنول کے باغ'' کی سرخی کے تحت تحریر ہے کہ

> ''آری کے نزدیک جنوبی سمت کنول کے باغ کا معائنہ کرنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ جس وقت کنول کا معائنہ کر رہا تھا تو شیخ گھورن کچے کنول کا بیج لے کر حاضر ہوا، جو شکل میں پتے سے مشابہ تھا۔ وہ گلشن بھی کتنا حسین ہے جہاں کنول کے پھول ہوں۔ ڈنٹھل کو، جس پر کنول کھلتا ہے، ہندوستان میں کنول لکڑی کہتے ہیں۔ بیج ڈوڈا کہلاتا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ دریائے سون نزدیک ہی ہے۔ چنانچہ اس جگہ تفریح کرنے کے لیے ہم روانہ ہوئے۔ دریائے سون میں کچھ آگے کافی درخت دکھائی دیے۔ لوگوں نے بتایا کہ اس جگہ کو منیر کہتے ہیں۔ شیخ شرف الدین منیریؒ کے والد شیخ یحییٰ کی قبر اسی جگہ ہے۔ ہم اس کے نزدیک دریائے سون کو عبور کر کے مزار کا طواف کیا۔ دریائے سون کے کنارے پہنچ کر غسل کیا اور نماز ظہر قبل از وقت ادا کر کے لشکر گاہ کی جانب رُخ کیا۔ کچھ گھوڑے اتنے موٹے ہو گئے تھے کہ ان میں سے کچھ تو پیچھے رہ گئے اور کچھ تھک گئے انھیں جمع کر کے لانے کے لیے کچھ لوگوں کو پیچھے چھوڑ دیا اور کہا کہ ان کو

ستانے اور دم لینے کے بعد آنے میں عجلت سے کام نہ لیں۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو بہت سے گھوڑے تلف ہو جاتے۔ منیر سے آتے ہوئے میں نے حکم دیا کہ ایک شخص دریائے سون کے کنارے لشکر گاہ تک کا فاصلہ گھوڑوں کے قدموں سے ناپے۔ تیس ہزار ایک سو قدم گنے گئے جس کے دو گنے چھیالیس ہزار دو سو (۴۶۲۰۰) قدم ۶۱، اور ساڑھے گیارہ کروہ کے برابر فاصلہ ہوا اور منیر سے سون تک آدھ کروہ۔ اس بنا پر ہمارے واپس آنے کا راستہ بارہ کروہ ہوا۔ معائنہ کرتے وقت اِدھر اُدھر جانے کا اتفاق ہوا۔ گویا پندرہ سولہ ہم نے سفر کیا۔ اس اعتبار اس دن ہمارا سفر تیس کروہ ہوا رات کے اوّل پہر کی اس وقت چھٹی گھڑی تھی جب ہم لشکر گاہ میں پہنچے"۔

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے "تذکرۂ بابر" میں بابر کے منیر آنے کے ذکر میں 'سون' کی جگہ گنگا لکھا ہے۔ جب کہ وقائع بابر میں 'سون' تحریر ہے ساتھ ہی بابر کے ذریعہ اُس معرکہ کے دوران خطۂ بہار کے علاقہ سے گنگا کو عبور کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

جناب حسن بیگ نے وقائع بابر کے صفحہ ۳۳۰ کے حاشیہ نمبر ۶۰ میں حضرت مخدوم جہاں کے ذکر میں اخبار الاخیار کے صفحہ ۲۵۱ کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ

> "آپ خواجہ نظام الدین سے بیعت کے لیے دہلی جا رہے تھے کہ خواجہ نظام الدین کا انتقال ہو گیا۔ وہاں شیخ نجیب الدین موجود تھے، جن سے آپ بیعت ہوئے۔ واپسی میں آگرہ کے جنگلوں میں کئی برس عبادت الٰہی میں مشغول رہے"۔

سلطان المحققین مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ منیر شریف سے ۶۹۱ھ میں جستجوئے پیر میں دہلی تشریف لے گئے۔ آپ دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور پانی پت میں حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر کے یہاں بھی تشریف لے گئے۔ حضرت شرف الدین بوعلی قلندر کا وصال ۷۲۴ھ میں ہوا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے ۷۲۵ھ میں وصال فرمایا۔ پانی پت سے واپسی میں حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی (وصال ۶۹۱ھ) کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ پیر نے خرقۂ خلافت سے نوازا اور اپنا مجاز بنایا۔ اُس کے بعد آپ کو واپس جانے کا حکم دیا اور مزید فرمایا کہ کوئی خبر سننا تو واپس

نہ ہونا، تمھاری تعلیم دربار رسالت مآب سے ہوگی۔ کچھ ہی دور تشریف لے گئے تھے کہ پیر کے وصال کی خبر ملی، آپ نے سفر جاری رکھا۔ آگرہ نہیں بلکہ بہیا (بہار) کے جنگل میں پہنچے تو مور کی چنگھاڑ سن کر بیخود ہو گئے، آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اُس آواز کی طرف بیخودی میں بڑھتے چلے گئے۔ ہمراہیوں نے لاکھ تلاش کیا، پتہ نہ پایا۔ حضرت مخدوم جہاں دوسری بار دربار تعلق میں پرگنہ راجگیر کا فرمان واپس کرنے دہلی تشریف لے گئے تھے۔

حاشیہ نمبر ۶۰ کے آخری پیراگراف میں حضرت مخدوم جہاں کے ذکر میں تحریر ہے کہ

> ''آپ کا مزار بہار شریف میں ہے۔ منیر میں آپ کے والد شیخ عیسیٰ منیری کا مزار ہے جو بڑی درگاہ کہلاتا ہے۔ ایک چھوٹی درگاہ بھی منیر میں ہے جو عمارت کے لحاظ بڑی ہے اور شیخ کے جانشیں شاہ دولت کی ہے'' (جیکسن ورٹرول مسلم شرائنز ان انڈیا، ص۹۸)۔ ساتھ ہی صفحہ ۳۸۵ پر بہار و بنگال کے ذکر میں بابر کے متعلق تحریر ہے کہ وہ مانیر (قریب پٹنہ) تک گیا جہاں مقامی صوفی بزرگ شیخ عیسیٰ مانیری کی زیارت کی۔ جلد ہی بہار بھی قابو میں آگیا۔ اس وقت بنگال نصرت شاہ کے تحت تھا۔ نصرت شاہ نے معاہدے پر آمادگی ظاہر کی جو سفر کی آمد و رفت کے بعد طے پا گیا۔ اس معاہدے میں بابر کی بالادستی کو قبول کر لیا گیا۔ یہاں سے بابر واپس آگرہ روانہ ہوا''۔

بہرِ زیارت آیا جو بابر منیر میں
فاتح ہوا وہ فاتحہ پڑھ کر منیر میں

مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے والد محترم کا اسم گرامی سلطان المخدوم شیخ کمال الدین احمد یحییٰ منیری ہے جو عوام میں عیسیٰ منیری یا عیسیٰ مانیری نہیں بلکہ یحییٰ منیری کے نام سے مشہور ہیں ساتھ ہی عیسیٰ منیری یا عیسیٰ مانیری نام کے کسی بزرگ کا اس علاقہ میں ذکر نہیں ملتا ہے نیز منیر کا نام کبھی بھی مانیر نہیں رہا ہے مزید براں صفحہ ۳۸۵ کی درج بالا تحریر سے گیا اور مقامی صوفی بزرگ شیخ عیسیٰ مانیری کی زیارت کی یہ احساس ہوتا ہے کہ بابر نے شیخ عیسیٰ مانیری کے روضے کی زیارت نہیں کی بلکہ آپ سے ملاقی ہوا۔

منیر شریف کے کتبات اور ان کے متون

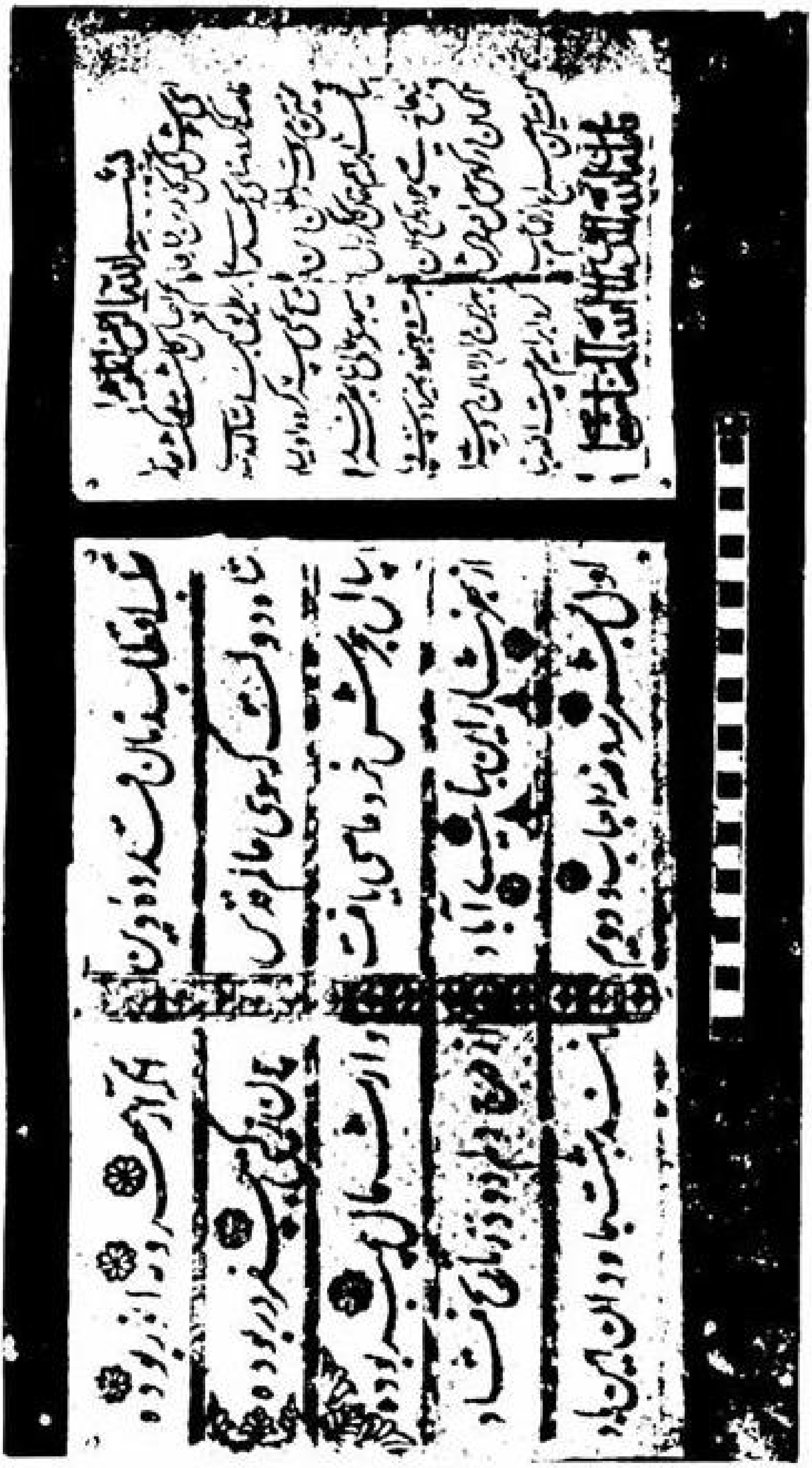
ماخوذ از

Corpus of Arabic & Persian Inscriptions of Bihar

تصنیف

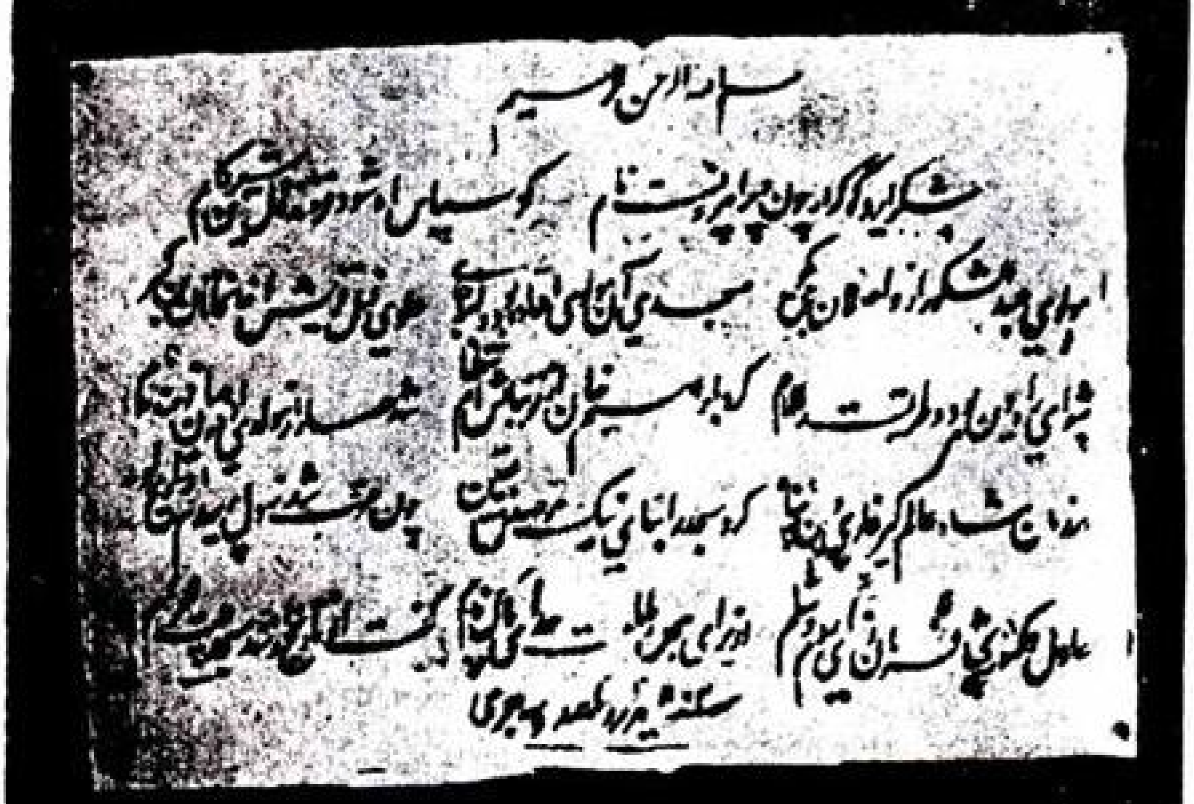
پروفیسر قیام الدین احمد


لا اله الا الله
محمد رسول الله

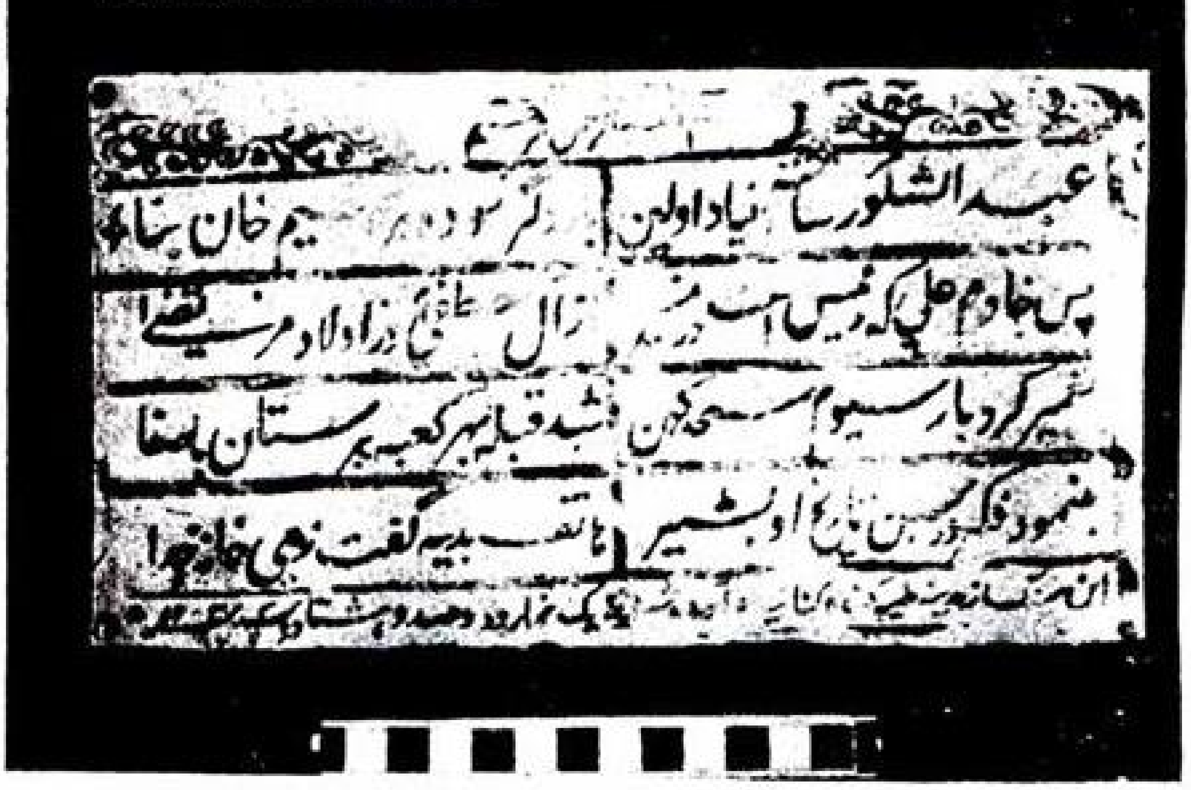




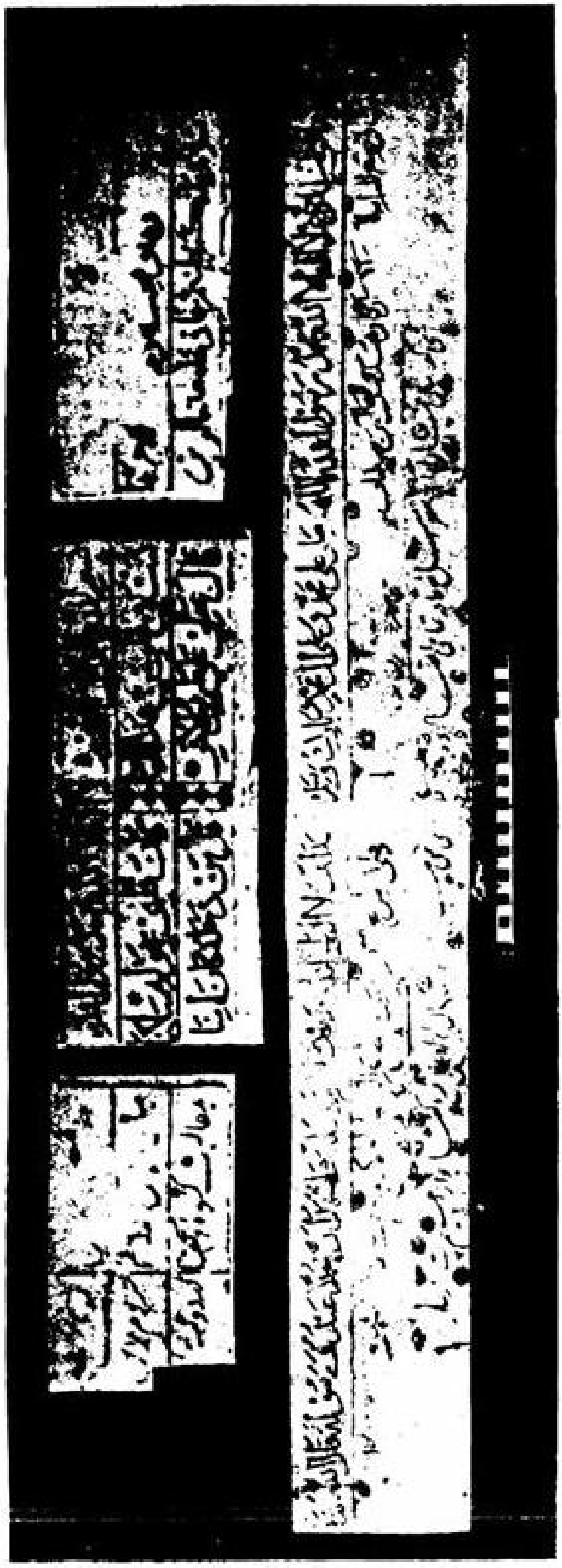
٤



٥



٦



٧ ٨ ٩ ١٠

(۱)

یاحی

لا اله الا الله محمد رسول الله
دریغا که بی ما بسی روزگار
بروید گل و بشگفد نو بهار
کسانی که از ما بغیب اندرند
بیایند و بر خاک ما بگزرند
فوت نواب مرحومی و مغفوری
تنگر قلی خان ابن شیخ مئی
بدخشانی سنه نهصد و هشتاد و سه

(۲)

بسم الله الرحمن الرحیم

(۱) ای خوش آنکس کاندرین دار فنا — تخم احساں کاشت در کشت بقا
(۲) خاصه کو کرده بنای مسجدے — بر طریق کعبهٔ بیت الهدے
(۳) هم چنین بر مرقد سلطان دین — شیخ یحییٰ سر گروه اولیا
(۴) ساخت ابراہیم خاں کاکر ز دل — مسجدی عالی بنا بهر خدا
(۵) بندهٔ عاصی چو در تاریخ آن — جست و جو بنمود و میزد دست و پا
(۶) ناگہاں در گوش نیوش او سروش — بهر ایں دار الامان دوسرا
(۷) گفت ایں مصراع از الہام غیب — کرد ابراہیم بیت الله بنا

قایله من الله المدعو بامان الله المتخلص بعاصی

(۳)

(۱) قطب اقطاب زماں قدوۂ دین — آنکہ از مہر و مہ انور بودہ
(۲) شاہ دولت کہ سوی عالم قدس — چوں ز گیتی بسفر در بودہ
(۳) سال ہجرش خرد عاصی یافت — وارث حال پیمبر بودہ
(۴) از بہر شمار ایں بنائے آباد — از درج دلم دو در تاریخ فتاد
(۵) اوّل بشمر روضۂ احباب و دویم — مانند بہشت جاودان ایمن باد

(۴)

(۱) بحمد اللہ در عہد شہ انجب — شہ محمود سلطان مہذب
(۲) ببین مسجد کہ بد بانی اوّل — جلیل الحق ز اقطاب مقرب
(۳) چو حماد خطیر بو زبیر است — عمارت کرد باز از سر مرتب
(۴) ز ہجرت ہفصد و ہشت و نود بود — بعصمت دار بنیادش تو اے رب

(۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) شکر ایزد گو کہ از چون و چرا بیرونست نام — کز سپاس او شود فرخندہ دل شیرین کام (کلام؟)
(۲) مولوی عبد الشکور از واصلان حق گو — پیشوای راہ دین برد و طریقت را امام
(۳) مسجدی آں مولوی افتادہ بود کہنہ جاے — کرد ابراہیم خان از نو بنایش انتظام
(۴) علوی نسل قریش ا[ز] خانخانان بن کبیر — شد حصار از مولدی او در جہاں فرخندہ نام
(۵) در زمان شاہ عالمگیر غازی دین پناہ — عادل و کشور کشا فرماں روای روم و شام
(۶) کرد مسجد را بنای نیک از صدق و یقین — از برای سجدہ طاعت خدای پاک نام
(۷) چو مرتب شد ز دل پرسیدم از تاریخ او — گفت از تاریخ او شد مسجد بیت الحرام

۱۱۰۳ ہزار و یکصد و سہ ہجری

(۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبد الشکور ساختہ بنیاد اوّلین بار دگر نمودہ براہیم خاں بنا

پس خادم علی کہ رئیس است درمنیر از آل مصطفےٰ و ز اولاد مرتضےٰ

تعمیر کرد بار سیوم مسجد کہن شد قبلہ بہر کعبہ پرستان باصفا

بنمود فکر در سن تاریخ او بشیر ہاتف بدیہ گفت زہی خانہ خدا

این سنگ از مدینہ طیبہ کندہ کنانیدہ آوردہ شد۔ یک ہزار و دوصد و ہشتاد و سہ سنہ ۱۲۸۳ھ

(۷)

و سیق الذین اتقو۔ ربہم الی الجنۃ زمرا

حتی اذا جاوٴ ھا و فتحت ابوابہا و قال لہم خزنتہا

سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین

(۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(۱) کنت فی فکر من ھذا لباب کان قلبی بحولہ ساکنا

(۲) قال عقلی علی طریق الامر قال من دخلہ کان آمنا

(۹)

(۱) چوں در روضۂ مقدس شاہ روی رفعت نہاد بر اتمام

(۲) سال انجامش از خرد جستم خردم بہر ایں خجستہ مقام

(۳) بدعا لب کشودہ و گفتا در دولت کشادہ باد دوام

(۱۰)

(۱) بسم اللّٰه الرحمن الرحیم۔ لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه۔ اللهم صل علی محمد و علی آل محمد و بارك وسلّم و اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شریك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله قال اللّٰه تعالیٰ۔

(۲) [ان اوّل] بیت وضع للناس لا [ذی ببکة مبا] رکا و هدی للعالمین فیه آیات [بینات مقام ابراهیم و من دخله کان امنا و للّٰه علی النا] س [حج البیت من است [طا ع الیه] سبیلا و من کفر فان اللّٰه غنی عن العالمین]

(۳) چو [این عالی سـ]رای کعبه تمثال جهان آرا
بـغیض صـانع قـادر تمامی اقتضا کرده
[دل عا]صی همی جست [از خرد] سال بنای او
خرد گفتا چو ابراهیم بیت [اللّٰه] بنا [کرده]

خدا بخش لائبریری کی اہم مطبوعات

* کتابوں کے درمیاں/ پروفیسر محسن عثمانی ندوی	۴۰۸ص	-/۱۵۰
* مغربی ومشرقی شعریات/ پروفیسر وہاب اشرفی	۴۹۲ص	-/۲۵۰
* اصنام/کلیم الدین احمد	۴۴ص	-/۴۰
* رجال سہسرام/ حاذق ضیائی	۴۶۸ص	-/۳۰۰
* کلیاتِ سید/شکیب ایاز	۱۴۰ص	-/۱۹۰
* مولانا ابوالکلام آزاد: فکروعمل کے چند زاوے/ پروفیسر وہاب قیصر	۱۸۸ص	-/۱۶۰
* قرۃ العین حیدر-شخصیت اور فکروفن	۲۰۸ص	-/۲۴۰
* شگرف نامہ ولایت: سفرنامہ انگلستان	۲۰۰ص	-/۲۰۰
* انوکھی مسکراہٹ: نفسیاتی افسانوں کا مجموعہ	۱۴۸ص	-/۲۳۲
* مولانا رومی اوران کا پیغام	۲۱۴ص	-/۲۴۰
* آثار بغاوت/ پروفیسر حسین الحق	۱۹۴ص	-/۲۰۰
* مولانا آزاد کے سائنسی مضامین/ ڈاکٹر وہاب قیصر	۲۵۶ص	-/۱۵۰
* غالب: ماضی: حال: مستقبل/ پروفیسر محمد حسن	۲۴۴ص	-/۱۵۰
* قاموس المشاہیر، جلد اول/ نظامی بدایونی	۳۴۴ص	-/۳۰۰
* قاموس المشاہیر، جلد دوئم/ نظامی بدایونی	۳۰۲ص	-/۳۰۰
* پہلو نہ دکھے گا.....خطوط کا مجموعہ/ کلیم احمد عاجز	۳۰۰ص	-/۲۰۰
* میری زبان میرا قلم: مجموعہ مضامین، جلد اول/کلیم احمد عاجز	۳۹۴ص	-/۲۲۵
* میری زبان میرا قلم: مجموعہ مضامین، جلد دوم/کلیم احمد عاجز	۴۸۰ص	-/۲۷۵
* پھر ایسا نظارہ نہیں ہوگا/کلیم احمد عاجز	۳۰۶ص	-/۲۵۰
* اشاریہ خدا بخش لائبریری جرنل ۱۰۱-۱۵۰	۶۴ص	-/۵۰
* مجاز کی باتیں/صہبا علی	۳۰۶ص	-/۲۵۰
* عہد اسلامی کا بنگال/ سید یحییٰ حسن ندوی	۳۴۸ص	-/۲۵۰
* مرآۃ العلوم جلد چہارم: دستی فہرست مخطوطات فارسی	۲۹۶ص	-/۲۳۰
* مفتاح الکنوز: دستی فہرست عربی مخطوطات جلد۴/محمد عتیق الرحمٰن	۱۷۸ص	-/۱۳۰

ملنے کا پتہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

*****